مصورِ فطرت حضرت سیدی و مولائی

خواجہ حسن نظامی دہلوی مدظلہ

کی لکھی ہوئی مشہور کتاب

کرشن بیتی

جسکا نام بدلکر اب

کرشن جیون

رکھا گیا ہے اور جسمیں مہاراجہ کرشن پرشاد اور مولانا عبدالماجد بی اے

اور لالہ کنور سین صاحب ایم اے کے دیباچے بھی شامل ہیں

ابن عربی کارکن حلقہ مشائخ بک ڈپو دہلی نے صفر ۱۳۴۲ھ ستمبر ۱۹۲۳ء میں تیسری بار

دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپوا کر شائع کی

تیسرا ایڈیشن

قیمت

محققین کو کرنا چاہیئے۔ وہ کیا؟ میں یہ نہیں کہتا کہ سنہری روپہلی مورتوں کے سکوں یا جواہر پارے یا مقطع جاگیر کے اسناد سے ان کی جھولی بھر دی جائے کیونکہ ان کی جھولی میں دینے والے حقیقی داتا نے دین اور دنیا کی نعمتیں بھر دی ہیں۔ بلکہ میری یہ عرض ہے کہ قدر کیجیئے اور ان کے ممنون منت رہیئے۔

اور اصل قدر تو خود حضرت خواجہ کا ضمیر کرے گا جس نے ایسی راستی و صداقت شعاری سے یہ کتاب قلم بند کرائی۔

جہاں اور اعمال خیر کا لشکر خواجہ کے ساتھ ہے یہ عمل بھی اس لشکر میں ست ست کا سنکھ بجاتا رہیگا۔ اور معتقدین کی روحیں بجنجے پکار ینگی۔

ہندو مذہب

قوموں کے تاریخی حالات سے بخوبی ثابت ہے کہ ہندوؤں کا مذہب سب سے قدیم ہے جس زمانہ میں مصر اور یونان اور روم کے مذاہب کی بنا بھی نہ پڑی تھی اور اہل دنیا کے کان اُن سے آشنا بھی نہ تھے۔ اِس مذہب کی عمارت کب کی تیار ہو چکی تھی۔ یہی نہیں بلکہ ہندو مذہب قدیم زمانہ کے مذاہبوں سے نہایت شاندار اور عجیب و غریب ظاہر ہوا یہ کوئی ایک مذہب نہیں ہے نہ اس کی عمارت کی طرز تعمیر ایک وضع پر ہے۔ اس مذہب کو ایک مشرقی طرز کے نہایت خوشنما عظیم الشان اور وسیع محل سے تشبیہ دیجا سکتی ہے جو دور سے صرف ایک حیرت انگیز عمارت نظر آتی ہے اور قریب جاکر بغور دیکھنے سے منزل پر منزل چنی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

ہندو مذہب ایک مذہب نہیں بلکہ مذاہب کا مجموعہ ہے جنکو مجتمع کر کے ان کی مختلف خاصیتوں سے ترتیب دیا ہے اسوجہ سے اس کو معجون مرکب کہنا بیجا نہ ہوگا یہ مذہب دیگر مذاہب کی طرح ایک ہی شخص نے ایک ہی وقت میں وضع نہیں کیا بلکہ اسے مختلف رہنماؤں۔ رشیوں اور سنتوں نے جو مختلف زمانوں میں

پیدا ہوئے۔ ہزارہا سال کے عرصہ میں بنایا ہے۔ یہ مذہب کسی ایسے نقشہ نویس کا بنایا ہوا نقشہ نہیں ہے۔ جو کسی ملک کے ایک ایک راستہ کو پیمائش کرتا ہے اور جنگلوں کی پگڈنڈیوں سے لیکر شہروں کی سڑکوں تک کو نقشہ کھینچکر دکھاتا ہے بلکہ ایسے نقشہ نویس کا نقشہ ہے جس نے کسی اونچے پہاڑ پر بیٹھ کر ....کا عکس لیا ہے اور شہروں کو نقطوں کے ذریعہ سے نقشہ پر دکھایا ہے ۔

مذہب ہنود بہت بڑا ذخیرہ مذہبی خیالات کا ہے اس میں نہ باطل عقائد کا نشان ہے نہ کفر و بت پرستی کا بلکہ یہ ایسا مذہب ہے کہ اگر اس کے نکات اور عظمت دریافت کرنے کے لیئے مقدس رشیوں اور باخدا دیوتاؤں کے طریق علم و عمل کو دیکھا جائے تو خدا پرستی کی پوری شان اور توحید کی حقیقی تصویر نظر آئے گی۔ ہندو مذہب کا اصل اصول بالکل اس کے مصداق ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ (جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اُس نے خدا کو پہچان لیا)

مقدس ویدوں میں نہ ایسے قوانین ہیں جن سے مغفرت ہونی دشوار ہو۔ وہ سبب اور مسبب کی غیر محدود قیدیں ہیں بلکہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان جملہ قوانین سے قطع نظر مادہ اور طاقت کے ہر جزو اور ذرہ میں ایک ایسی قوت ہے جس کے حکم سے ہوا چلتی ہے۔ آگ جلتی ہے۔ مینہ برستا ہے اور موت آتی ہے۔ اس کے صفات یہ ہیں "وہ ہر جگہ موجود ہے۔ پاک ہے۔ اس کی شکل نہیں ہے اور وہ قادر مطلق اور رحیم ہے۔ علمائے وید اس کی حمد و ثنا اس طرح کرتے ہیں" تو ہمارا ماں باپ ہے۔ تو ہمارا عزیز دوست ہے تو تمام طاقتوں کا منبع ہے ہم کو طاقت عطا کر۔ تو تمام عالم کا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہے۔ ہم کو زندگانی کا بار اُٹھانے

وہ تین ہزار سال قبل مسیح دلوں کی کتابوں میں موجود تھے۔ اور اُس وقت سے اِسوقت تک اُن میں کسی قسم کا بیّن تغیر نہیں ہوا۔ اِس آسمانی کتاب کے چار حصے ہیں۔ ان میں سب سے اول رگ وید ہے اور اس میں صرف دعاؤں کا ذخیرہ ہے اور مختلف دیوتا کو مسخر کرنے والے منتر ہیں۔ یہ دعائیں نظم میں ہیں اور ان کی بحریں مخصوص ہیں۔ علاوہ اس کے ان دعاؤں کے پڑھنے کا ایک خاص طریقہ ہے جسکو ہندؤں کا علم تجوید کہا جا سکتا ہے اور زہد و تقویٰ اس کے لیئے لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ علم اسقدر مشکل ہے کہ بغیر استاد کے اس کا حاصل کرنا محال ہے۔ اِسواسطے اس زمانے میں قریب قریب ناپید کے ہوتا چلا ہے ۔

رگ وید میں ایک ہزار اٹھائیس دعائیں ہیں اور ان کو رگ وید کے جمع کرنے والوں نے دس کتابوں پر تقسیم کیا ہے۔ ہر ایک دعا کے شروع میں اُس رشی کا نام ہے جس سے وہ منسوب ہے اور اس دیوتا کا جس کی شان میں ہے اور اس خاص بحر کا نام جس میں وہ لکھی گئی ہے پایا جاتا ہے۔

اگرچہ رگ وید کا بہت بڑا حصہ عبادت اور خدا کی ستائش سے بھرا ہوا ہے لیکن بعض بھجن ایسے ہیں جن سے تاریخی واقعات اور قدیم تمدن کی بھی حالت کا استنباط ہو سکتا ہے۔ ہم ہندو مذہب کی نشو و نما اور ترقی کے زمانہ کو سات دوروں میں منقسم کرتے ہیں۔ ہر دور کی انشا پردازی اور اس کے رہنما۔ رشی۔ سنت شاستر جدا جدا ہیں۔ اس سے ہندو مذہب کی نشو و نما اور ترقی کے زمانوں کی مختلف حالتیں دریافت کرنی بہت آسان ہو جاتی ہیں کیونکہ یہ امر اس وقت دشوار ہوتا جب ہر دور کی انشا پردازی میں اختلاف نہ ہوتا۔ ہر دور کے علم الٰہی میں بیشمار تصانیف موجود نہ ہوتیں ۔

پہلا دور

اس زمانہ کی تاریخ رگ وید سے معلوم ہوتی ہے عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار سال پیشتر ایک قوم ہند میں آئی جنکی جلد سفید اور بال سیاہ تھے یہ قوم ایک ہی زبان بولتی تھی۔ جسکا نام آریک تھا۔ یہ اصلی زبان تو مفقود ہوگئی ہے لیکن سنسکرت اسی سے مشتق ہے۔ یہ قوم کابل کے دروں سے ہوکر ہندوستان میں آئی اور اطراف واکناف میں پھیلی۔ یہ خانہ بدوش تھی۔ اسے فن زراعت کا علم تھا اور اکثر اقوام کی ابتدائی حالت کی طرح ان کا تخیلہ نہایت ہی زور دار تھا۔

مجھے اس مقام پر یہ عرض کردینا بھی ضروری ہے کہ ممکنات عالم میں فلسفہ کے محققین نے دنیا کے تمام کاروبار اور رنج وراحت کی بنا خیال پر رکھی ہے۔ یہ قول اُن کا آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ "تمام کاموں کی بنا محض خیال پر ہے" خیال ہی نے عام طبائع پر حکومت کی ہے۔ اسی خیال کی حکومت کے اثر سے دنیا کے زبردست فلسفیوں اور اعلیٰ رہنماؤں نے سرگرم اور جاں فشاں کوششوں میں اکثر اپنی انمول جانیں صرف اس لئے قربان کیں کہ انسانوں میں تقدس کے خیالات پھیلا کر انہیں پاک اور سخت فرائض کا ادا کرنا سکھائیں۔ جس طرح ہماری کتاب زیر ریویو کے ہیرو سری کرشن بھگوان نے اپنی معصوم اور بے لوث زندگی کے طریق عمل سے دنیا پر ثابت کردیا۔

بہرحال آریہ قومیں دریائے سندھ سے گنگا تک آئیں اور اس کے بعد برہمپتر تک پھیل گئیں راہ میں انہوں نے سیاہ فام اور سیدھے بال والی اقوام اور نیز تورانیوں کو جو ان سے پہلے یہاں مقیم تھے زیر کیا۔ اور بتدریج ہند کی سرزمین پر بس گئیں۔ جب وہ ہندوستان میں وارد ہوئیں تو انہیں مذہب اور خدا کی طرف بہت کم توجہ تھی مگر یقیناً ایک مدت کے بعد یہاں کے دلکش منظر نیلگوں آسمان۔ روشن

سنة ۱۶۶۲

بری کرنے کی پوری کوشش کی ہے جو نہایت واجبی ہے کہ انہوں نے جوش محبت میں
سری کرشن کو خود اپنے نفسانی جذبات کا پتلا بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے محقق
مصنف نے گمراہی کو جوش محبت کا اصل اصول قرار دیا ہے اور ہندوؤں کے ان
چند افراد کو اس امر میں متہم قرار دیا ہے جنہوں نے اپنی شاعرانہ بلند پروازی میں اپنے
نفسانی جذبات کو ایسے مقدس ہستی کی جانب منسوب کر رکھا ہے۔
یا سری کرشن کے ہادیانہ اوصاف کو اپنی نفسانی نگاہوں سے دیکھا ہے ؛
حضرت خواجہ صاحب لکھتے ہیں کہ کیا یہ الزام سب ہندوؤں پر عائد ہوتا ہے ہرگز
نہیں۔ ہر زمانہ میں ایسے ذی علم و دانشمند ہندوؤں کی ایک کثیر جماعت موجود رہی ہے
جو سری کرشن کی اصلی شان سے واقف تھی اور ان تمام خرافات کو خرافات ہی
سمجھتی تھی جو سری کرشن کی ذات سے منسوب تھیں اس لئے انصاف کا تقاضا ہے کہ غیر
اقوام ساری ہندو قوم کو اسکا الزام نہ دیں کہ اُسنے اپنے طاہر رہبر کو بعوض خوشبودار
عطروں کے پیاز۔ لہسن۔ اور ہینگ سے آلودہ کر کے دنیا کے آگے رکھا؛ محقق مصنف
نے دلائل و براہین سے اسکی بھی کوشش کی ہے کہ ایسے مقدس و پاک نفس ہادی کو
اسکی اصلی حالت میں دکھائے اور ایک برگزیدہ نفس کی نسبت جو بدگمانیاں ہیں انکو
دور کرے انکا عقیدہ ہے اور سچا قابل قدر عقیدہ ہے کہ سری کرشن کو جاہل ہندوؤں
اور بے اعتبار ہندو کتابوں کے عقائد کی بنا پر عیاش اور خواہش نفسانی کا تابع سمجھنا
حقیقت کے خلاف اور ناقابل بخشش گناہ ہے کیونکہ جو پاک دامن اور معصوم
صفت رہبر ہو گا وہی اپنی ہدایت کی روشنی سے دلوں کی تاریکی کو روشن
کر سکے گا ورنہ ع او خویشتن گم است کہ را رہبری کند کی مصداق ہو گا؛
خواجہ صاحب مسلمان ہیں۔ موحد ہیں۔ صوفی ہیں۔ انہوں نے باوجود مسلمان
ہونے کے ہندو مذہب کے ایک ہادی کی بزرگی و عظمت کو جس وقعت کیساتھ ملحوظ رکھ کر اپنی

یا [illegible] ہوالکل [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

دیباچہ طبع اوّل

کرشن بیتی

آپ بیتی اور جگ بیتی، سب سنتے آئے ہیں، میں اُسی کی بیتی سُناتا ہوں جس نے ہندوستان والوں کو اپنی بیتی سمجھنے کی پرکھ سکھائی، جو جگ بیتی کی تصویر اُتار کر رکھ گیا۔ جس سے ہندوستانیوں کو اپنے جسم و روح کی زندگی کا راستہ معلوم ہوا ؛

وہ آدمی تھا، آدمی سے پیدا ہوا تھا، اُس نے آدمیوں کی مثل اس زمین پر عمر بسر کی تھی، طفلی میں کمزور تھا، شباب میں شہ زور تھا، بڑھاپے میں اُس کا جسم بھی گھٹا تھا اور عقل بڑھی تھی۔ میں نے سری کرشن جی مصنف گیتا کی بپتا لکھی ہے، وہ ہندو تھے، میں مسلمان ہوں مگر میرے مذہب اسلام کی تلقین علم اور اہلِ علم کی محبت سکھاتی ہے، خواہ وہ کسی مذہب میں ہوا ور ہوں ؛

سری کرشن جی کے اوصاف علمی و عملی سے اگر مسلمانوں کی قوم باعتبار جماعت کے بیخبر ہے یا خبردار ہے، تو اچھے خیالات ان کی نسبت نہیں رکھتی، اس کا الزام خود ہندوؤں پر ہے جنہوں نے سری کرشن کو خود اپنے نفسانی جذبات کا پتلا بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے بلکہ انصاف کیا جائے تو سب ہندو بھی اس کے مجرم نہیں ہیں محبت بعض اوقات انسان کو گمراہ کر دیتی ہے، ہندوؤں کے چند افراد سری کرشن کی الفت میں حد

وہ عرب ہے، وہ مدینہ ہے، وہ میرے باپ محمدؐ کی نگری ہے، وہی وہ خیمہ ہے جس کے اندر تیرہ سو برس پہلے ہم اپنے ماں باپ کے ساتھ رہتے تھے، جس کے باہر اونٹ، اور گھوڑے بندھے رہتے تھے۔ اندر ہماری تلواریں لٹکتی تھیں،

جہاں ہم بکریاں چراتے تھے، جَو کا آٹا کھاتے تھے، کمبل پہنتے تھے۔ کیوں نہ کہوں، وہی جہاں سے اُٹھ کر ہم نے ساری دُنیا کو ہلا ڈالا، اور اُس کے تاج و تخت کے مالک بنے۔

چار برس ہوئے، جب میں اپنے اس پُرانے وطن میں گیا تو اُسکو بہت ہی پیارا پایا! بے اختیار میرا دل اُس پر آیا، لیکن مَیں نے ہندوستان کو وہاں بھی دل سے الگ نہیں کیا اِس آنکھوں کی ٹھنڈک پر بے توجہی و بھول کا پردہ نہیں ڈالا۔ میں نے وہاں ہند کے بادلوں بجلیوں کو یاد رکھا، برسات کی مستانہ ہواؤں، کوئل اور مور کی آوازوں، تالاب کے مینڈکوں کی صداؤں کو خیال میں لایا، اور محبّت کا ٹھنڈا سانس لیکر اپنے جنمی وطن کو مُڑ مُڑ کر بار بار دیکھا،

خوش ہوں، میرا عرب سلامت ہے، خوش ہوں، میرا ہندوستان سلامت ہے،

دوسرا خیال

اس کے علاوہ ایک دوسرے خیال کو بھی اس تحریک سوانح نویسی میں دخل ہے اور وہ اُردو زبان کی خدمت ہے۔ کیونکہ ہم سب ہندو مسلمان اپنی اُس زبان کی ترقی کے فرض میں شریک ہیں جو ہم دونوں کو زندہ رکھنے اور آگے بڑھانے کی کُنجی ہے، ضد اور ہٹ نے ہم دونوں کو اندھا کر رکھا ہے، ورنہ سچ بات یہ ہے کہ اُردو اگر وہ اُردو ہو ہندو مسلمانوں کی مشترکہ سارے ہندوستان کی مشترکہ زبان ہے، ہر ہندوستانی کا دل اس کو تسلیم کرتا ہے، اور چاہتا ہے کہ ہماری زبان ویسی ہی شاندار ہو جائے، جیسا ہمارا ملک تمام دنیا میں شاندار ہے، اُردو ہندی کی بحث میں دونوں فریق اُصولی مقصد کو بھول

ھو الکل

یا معین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلی بیتی

ظلمۃ الظلم

ستم کی تاریکی

سورج بنسی چندر بنسی دو خاندان تھے، ہندوستان کے نور مشہور زمانہ تاجور راجہ اکثر ان ہی دو نسلوں میں ہوئے ہیں۔ کرشن جی باپ کی طرف سے سورج بنسی ماں کی جانب سے چندر بنسی تھے۔ ایک پتلے میں سورج چاند کی روشنیاں جمع ہوئی تھیں۔ ایک گرم تھی۔ قہاری و جباری کا آشیانہ۔ دوسری ٹھنڈی تھی شفقت و رحمت کا آستانہ۔

متھرا ایک شہر ہے دہلی سے اسّی میل کے فاصلہ پر جمنا دریا کی لہروں کے کنارے مشہور و معروف، راجہ رامچندر جی کے زمانہ میں اسکو مدھوبن کہتے تھے جس پر راجہ مدھو کی حکومت تھی۔ راجہ مدھو چندر بنسی نسل میں تھا۔ اور سورج بنسی خاندان کی سلطنت سے اسکا بڑا دوستانہ تھا جس کا پایۂ تخت اجودھیا فیض آباد میں تھا۔

راجہ مدھو کے ایک لڑکی تھی جسکی شادی راجہ مدھو نے سورج بنسی خاندان کے ایک شہزادہ کے ساتھ جو اجودھیا سے متھرا آگیا تھا کر دی، اس شہزادہ کا نام ہریسوا یا ہرجشیا تھا۔ شہزادہ ہریسوا راجہ مدھو کا داماد بھی ہوا اور تخت متھرا کا مدھو کے بعد مالک بھی۔ یہی ہریسوا کرشن جی کا آٹھویں پشت اوپر دادا ہوتا ہے۔ جس کی آٹھ نسلوں کے

بعد واسدیو نامی ایک لڑکا ہوا۔

باسدیو ایک یتیم شہزادہ تھا۔ جسکے باپ وسرپا سور کو چندر بنسی خاندان کے ایک راجہ اگرسین نے قتل کرکے تخت متھرا پر قبضہ کرلیا تھا۔ اور یتیم شہزادہ باسدیو کو غاصب وقاتل راجہ اگرسین کے بھائی دیوک نے پرورش کیا تہا۔ اور باسدیو حریف کے ہاتوں میں پل کر اُسی کا بیٹا کہلاتا تہا۔

مالک راج متھرا اگرسین کا ایک بیٹا کنس نامی تہا اِسی کنس کی بہن اور اگرسین کی بیٹی دیوکی تہی جسکو کرشن جی کی والدہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔

شہزادہ باسدیو مفتوح ومحکوم بہی تہا اور یتیم بہی تہا۔ تاجدار اگرسین کی بیٹی دیوکی کا اسکو ملنا دشوار تھا۔ اگر دیوک اگرسین کا بھائی زور نہ لگاتا۔

قدرت نے پلٹی کھائی باسدیو اور دیوکی کی شادی رچی۔ کنس جیسا مغرور ومفسد شخص جو اپنے باپ اگرسین کو معزول کرکے خود ملک کا مالک بن بیٹھا تھا ایسا بیخود ہوا کہ خوشی کے چاؤ میں دُلہن بہن کا رتھ بان بنا۔ اور وداع کے وقت رتھ ہانکتا ہوا اُسکو دولھا کے ہاں لے چلا۔

کنس کی فرعونیاں

حضرت ابراہیمؑ کے نمرود۔ اور حضرت موسیٰؑ کے فرعون سے کنس کسی بات میں کم نہ تہا۔ دنیا کی ہوس ویسی، زندگی کی طمع ویسی، ظلم وستم کا وہی عالم، بے دردی وسنگدلی کا وہی طور،

باپ کو تخت سے محروم کرکے تاجدار بنا۔ ذرا ذرا سے وہم پر سینکڑوں بچّا ہوں۔ یہانتک کہ معصوم بچّوں تک کے خون پانی کی طرح بہا دیئے۔ دنیا کی کوئی آواگی ایسی نہ تھی جس سے اِس حرص کی مؤت نے دل نہ لگایا ہو۔ ایسے تیز مسالحہ کو آگ کی کیا کمی آس پاس

کے مصاحب بھی شیطان کے نورچشم تھے۔ بات بات میں بھڑکاتے۔ وہمی خطروں سے
ڈرلاتے۔ اور کہتے ہمیشہ حکومت کرنی ہو تو راستہ میں کوئی کانٹا نہ پیدا ہونے دے۔ پھر
بھلا باسدیو جیسے شخص کی طرف سے کنس اور اُسکے یاروں کو کھٹکا نہ ہو۔ ہر وقت سوچتے
ہونگے۔ کانا پھوسی ہوتی ہوگی۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارے ہوتے اور دونوں کے لادو
جانچے جاتے ہونگے ؛

باسدیو کے باپ دادا کے تخت پر قبضہ کیا تھا۔ اُس کے باپ کو تلوار کے گھاٹ اُتارا
تھا۔ وہم کے دریا میں جس قدر بھنور پڑتے کم تھے۔ مگر جانتا تھا باسدیو چچا دیوک کی گود
میں پلا ہے آنکھ کھولکر جسکو باپ سمجھا وہ میرا ہی چچا دیوک ہے۔ دیوک کی تربیت نے
باسدیو کا خون ٹھنڈا کر دیا۔ اب باسدیو کو سلطنت کا خیال نہیں آئیگا۔ اُس نے طفلی سے
ہماری ہی حکومت کو اپنی بادشاہت سمجھا ہے۔ اور بچپن میں جو خیال دل پر جم جاتا ہے
ساری عمر قایم رہتا ہے۔ پھر اس سے خوف کے کیا معنی۔

اسی خیال سے اپنے چچا دیوک کی خواہش کو مان لیا ہوگا کہ اپنی بہن دیوکی باسدیو
کو دیدے۔ جانا ہوگا۔ آستین کے سانپ کا اس من سے منہ بند رہیگا۔

تب بھی پاس بیٹھنے والے شیاطین خواہ مخواہ کی خیر خواہی جتانے کو کہتے ہونگے
بھیڑیے کا بچہ بھیڑیا ہوتا ہے۔ گو بکری کے دودھ سے پلا ہو۔ باسدیو سے بے فکر رہنا
ٹھیک نہیں۔ اپنی بہن دیوکی کو دیتے تو ہو۔ آئندہ کے نشیب فراز سوچ لو۔ یہ پیوند نیا
پھل نہ لائے۔ کنس ایک تو کریلا اُس پر چڑھا نیم۔ عجب خلجان میں ہوگا۔ دلمیں رنگ رنگ
کے ہنگامے برپا ہونگے۔ کبھی کہتا ہوگا بہن دینے سے پرایا اپنا ہو جائیگا۔ کبھی ڈرتا ہوگا
بدل نہ جائے۔ دیوکی کو قلعہ حکومت کے فتح کی سرنگ نہ بنالے۔

حریص وہمی دردکا ارادہ کمزور رہا کرتا ہے۔ وہ ٹھیک رائے قایم کرنے سے ہمیشہ
محروم رہتا ہے۔ یہی حال کنس کا ہوا۔ چچا دیوک اور مفتوح حریف باسدیو کا کہنا مان لیا

بہن دیدی دل بہلانے اور ریاکاری کرنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی -
برات وداع ہو کر جا رہی تھی قاتل نزادہ مقتول زادہ کیلئے اپنے گھر کی عزت رتھ میں بٹھائے چلا جاتا تھا - متھرا کے بازار اِس رعایا سے بھرے ہوئے تھے - جو کل باسدیو کے باپ دادا کی محکوم تھی - اور آج کنس کی تابع فرمان ہے - بیشمار دل جنمیں قدیمی حکومت کا لگاؤ باقی ہوگا - اپنے غریب شہزادہ باسدیو کے سر پر سہرا دیکھ کر اور پیچھے فاتح کی بیٹی کا ڈولا پاکر خوشی سے پھولے نہ سماتے ہونگے - اور عجیب غریب شگون لے رہے ہونگے -
ایسے دلوں کی بھی کمی نہ ہوگی - جنکا ایمان کنس کی تاجداری پر ہوگا - اِن کو اپنے راجہ اپنی عزت کے رکھوالے کی یہ ادا کانٹے کیطرح کھٹکتی ہوگی - کہ حریف کی بیوی کا رتھبان بنا ہوا جا رہا ہے -
دلوں کے اِن بے تعداد مقناطیسوں نے کنس کے آہنی دِل کو متاثر کیا ہوگا - اِس کے وگدا میں پھنسے ہوئے دماغ پر خلقت کی خیالی بجلیاں گری ہونگی -
اِس واسطے کنس چلتے چلتے رُک گیا - اِس کی ریاکاری آئندہ کی مصلحت سے مغلوب ہوگئی - اِس کے کان نے اپنے گنہگار ضمیر کی ایک آواز سُنی - کہ اِسی دیوکی کے بطن سے باسدیو کا ایک بیٹا ہوگا تیری جان اور راج پاٹ کو خاک میں ملا دیگا -
ہندوؤں کی کتابیں اِس موقع پر بیان کرتی ہیں - کنس نے غیب کی آواز سُنی - کہ دیوکی کا بیٹا تیرا قاتل ہے - کہیں لکھا ہے - نجومیوں نے عین وقت کے وقت سر راہ یہ خبر دی - کسی ہی طریقہ سے سمجھ لو - الفاظ الگ الگ ہیں - بیان کا ڈھنگ جدا جدا ہے - واقعہ کی صورت علٰحدہ علٰحدہ ہے - مگر نتیجہ اور مطلب ایک ہے کہ کنس کو دیوکی اور اُسکی آنیوالی نسل سے اندیشہ پیدا ہوا جس سے ڈرا کرتا تھا - اور ہمیشہ ڈرایا جاتا تھا -
اَب کیا تھا - دیوانہ کو ایک ہو کافی ہے دل کا اندھیرا آنکھوں میں آگیا - انصاف کی عقل غش کھا کر گر پڑی - ظلم کی عقل نے آنکھوں پر پٹی باندھ دی - تلوار پر ہاتھ لیجا کر رکھ دیا

کنس نے اس کو میان سے نکال لیا۔ اور برہنہ شمشیر کی طاقت سے بہن کا ہاتھ برہنہ کر دیا۔ رقص کا پیشہ
اُٹھتا تھا دیوکی بے گناہی کی حور کانپ گئی۔ تلوار کی چمک نے اُسکی آنکھوں پر گھونگٹ ڈالدیا۔
تلوار اُٹھتی چلی۔ وہ طرف سناٹا چھا گیا۔ آن کی آن میں خوشی کی چیخ پکار سہم کر چپ ہو گئی
خلقت سکتہ میں تھی۔ ہر اک نقش حیرانی تھے۔ خود کنس تلوار، تو اکر بت بنا رہ گیا تھا
خیالات کی لڑائی ٹھہرانی چاہتا تھا۔ کہ باسدیو کی خوشامد اور عاجزی نے اس سحر انگیز
سکوت کو توڑا۔ کنس مجنونوں کی طرح باسدیو کی منت و زاری سُن رہا تھا۔ جو اُس
کے غیظ کی آگ پر پانی ڈال ڈالکر بجھا رہی تھی۔ کنس اور اُس کی فرعونی دب گئی۔
باسدیو کا جادو چل گیا۔ تلوار غلاف میں چھپی۔ برات آگے بڑھی۔
کہتے ہیں اُسیوقت باسدیو سے عہد لے لیا گیا تھا۔ کہ دیوکی کے بچے زندہ
نہیں رکھے جائیں گے۔
متھرا پر اور اس کے تاج کی روشنی جہاں جہاں جاتی تھی گناہوں کا اندھیرا تھا۔
گھروں پر جسموں پر خیالوں پر۔ نیکیوں پر شیطان کی کالی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ مگر
تاریکی اپنی حد پر نہ پہنچی تھی۔ اندھیرا بل کھا رہا تھا پر الجھا نہ تھا۔ خدا کا قہر کالی بادو
بجھا رہا تھا لیکن وہ سو کبھی نہ تھی۔
وہ دن بھی آ گیا۔ دیوکی بیٹا جنی۔ کنس کو خبر دی۔ وہ محل میں آیا۔ اپنے ظلم کے دشمن
باسدیو کے لال اور اپنی ماں جائی دیوکی کے نونہال کو دیکھ کر بے آپے ہو گیا۔ گود
میں پڑے خدا کے کھلوتے نے دشمن خدا کنس کو اپنا بے قابو بے کس و چرد دکھایا۔ مگر
ظالم کو ذرا رحم نہ آیا۔
باسدیو اور دیوکی کچھ کہنے نہ پائے تھے کہ بے زبان بچے کی پیاری ٹانگ کنس
کے ہاتھ میں تھی۔ جس کو سفاک نے ایک گردش دی۔ اور پتھر کے فرش پر
دے مارا۔ سفید زمین دنیا کے ننھے مہمان سے لال ہو گئی۔ اُس نے دو آواز پیدا ہو۔

ایک جب اس کو بے ترسی سے پاؤں پکڑ کے چکر دیا گیا تھا۔ دوسرے جب زمین پر گر کر
پاش پاش ہوا۔ دونوں آوازوں میں لفظ نہ تھے۔ مگر معانی تھے۔ وہ تکلیف وبے بسی
کی چیخیں تہیں۔ لیکن فریاد کے ہزاروں لحن ان سے مفہوم ہوتے تھے۔
باسدیو اور دیوکی کی ماتا خون میں نہائی۔ زمین پر مری پڑی تھی۔ اِن کی خوشی
کا چاند گود کے آسمان سے اُتر کر موت کے برج میں چھپ گیا تہا۔
دل کہتے تھے آہ۔ آنکھیں کہتی تہیں آہ۔ ہوش وحواس موجود نہ تھے۔ جو اُن کا بیان
سُنا جاتا۔
دیوکی سوچتی تہی اِس زمین پر بہو کے مفلس۔ ماتا کی بھری پُری گود کے مالک ہیں۔
میں اِس شاہانہ محل میں کیوں پیدا ہوئی۔ لوگو میرے نو مہینے کی محنت اُجڑ گئی۔ اور ماتا
سے بھرپور گود خالی رہ گئی۔ یہ سورج بنسی گھرانہ کا ننھا سا سُورج نکلتے ہی چھپ گیا
یہ چندربنسی کنبہ کا پیارا پیارا چاند طلوع ہوتے ہی غروب کر دیا گیا۔
اسے کیا اِس دیس میں میرا کوئی مددگار نہیں۔ کوئی ہو تو آوے۔ میرا لاڈلا سو گیا
ہے۔ اِسکو جگائے۔ بھائی کنس کو خبر دو۔ میرا بیرن بھیا میری بپتا سُنے گا۔ اوہ میں بھولی
کنس کو نہ بلاؤ۔ وہ میرے بچے کو مارڈالے گا۔ دیکھو دیکھو یہ بچہ مارڈالا۔ کس کا لاڈلا تھا
کیسا پھول سا کملایا پڑا ہے۔
ہائیں۔ سب چپ کھڑے ہیں کوئی نہیں بولتا۔ یہ بچہ کون لایا تھا بھائی نے اِسکو کیوں
مارڈالا۔ میرا پتی باسدیو بھی چپ ہے۔ اِس نے بھی پرائے بچّے کو نہ بچایا۔
ہائے ایک ہوک کلیجہ میں اُٹھی جگر کٹا جاتا ہے۔ دل پھٹا جاتا ہے۔ سینہ میں آگ
لگی۔ آنکھیں اُبکائیاں لیتی ہیں۔ شعلوں کے آنسوؤں کی قے کرتی ہیں۔ یہ تو میرا ہی دولہا
ہے۔ لال ہو دل کا سہرا بندھا ہے۔ یہ تو میرا ہی دل جانی ہے۔ آہ میرا بیٹا ہے۔ میرا
بیٹا ہے۔ میرے سوکھے تالاب کا کنواں ہے۔

بلرام کا حمل

دیوکی کو ساتواں حمل ہوا - یہ دن کیا آتے تھے۔ ماں باپ کو کانٹوں کی سیج پر سلاتے تھے - ساتواں حمل سنتے ہی باسدیو نے ٹھان لی کہ اِس بچہ کو خونی کے چنگل سے بچانا چاہئے تدبیروں کے بازجیلوں کی چڑیاں پکڑ پکڑ کر لانے لگے - متھرا کے قریب گوکل نامی بستی تھی - جہاں گائیں پالنے والے لوگ رہتے تھے - وہیں باسدیو کی دوسری بیوی روہنی رہتی تھی - تجویز ٹھہری کہ اِس کا بچہ روہنی کے ہاں بھیجدیا جائے اور یہی ہوا بلرام پیدا ہوئے اور چپ چپاتے گوکل پہنچائے گئے محل میں مشہور رہا - دیوکی کا یہ حمل گرگیا - کنس نے بہت تحقیق کیا - مگر بھید نہ کھُلا -

بعض کہتے ہیں بلرام دیوکی کے شکم سے نہیں روہنی ہی کے پیٹ سے ہوئے تھے حاصل یہ ہے کہ بلرام کسی ماں سے ہوں باسدیو کے لخت جگر تھے - اور کنس کے ظلم سے خدا نے اُن کو بچا لیا تھا *

خود بدولت کی آمد

اب سُنئے آٹھواں حمل دیوکی کو معلوم ہوا - اُسیکا بڑا ڈر رہتا تھا - نجومیوں نے آٹھویں حمل کی پیشین گوئی کی تھی - پہلے کے چھ قتل تو احتیاطاً تھے - اصل مقصود یہی آٹھواں تھا اُدھر کنس جھڑ جھڑی لیکر چوکنا ہوا - اِدھر باسدیو - دیوکی اور اُن کے مخفی ہوا خواہوں نے حفاظت کے توڑ جوڑ شروع کیئے - کنس کے بندھن بڑھنے لگے - باسدیو اور دیوکی اول دن سے ایک خاص محل میں نظر بند تھے - اِس حمل کی نسبت نظر بندی کی قید کڑی ہوئی - پہرے بڑھائے گئے - دیکھ بھال - روک ٹوک میں اضافہ ہوئے -

ایک دن دیوکی جمنا میں نہانے گئی تھیں - پورے دن ہو چکے تھے - اور انکو ہر وقت آنیوالے غم کا سا لگا رہتا تھا - دیکھا دریا پر گوکل کی ایک اور نیک عورت اشنان کر رہی ہے

نام پوچھا جسودھا بتایا۔ نند نامی گوالے کی بیوی تھی۔ اور اتفاق سے اسکو بھی زچگی کا
حمل تھا۔ دیوکی نے اپنی بپتا اسکو سنائی۔ وہ سنکر بہت کڑھی۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر لائی
اور بولی۔ رانی جی تسلی رکھو۔ رعیت کے بال بچے راجہ پر قربان ہیں۔ آپ کے پیٹ سے
جو بچہ ہوگا وہ تمہارا ہے۔ تمہارے بچے کی بھینٹ چڑھاؤں گی۔ دیوکی بولی تو بی بی ماتا سب
کی ہے۔ ابر مجھ سے یہ کیونکر ہوگا۔ کہ پرائے بچہ کو اپنی آگ میں جلا دوں۔ مگر جسودھا نے
منت کرکے دیوکی سے یہ قربانی قبول کرالی۔

دوسری بیتی

صبح صادق

سچائی کا سویرا

لو وقت آگیا۔ رات کی تاریکی کے نور کا تیر لگا۔ اندھیرے کا سینہ چھد گیا۔ بھادوں
کی کالی رات متھرا کی ظلم کا رسیاہی سے گلے مل رہی ہے۔ زخمی ہے۔ دم دے رہی
ہے۔ خدا نے کالی گھٹا کو بھیجا ہے۔ بادلوں کی گرج کو ساتھ کیا ہے بجلی قہر کی زبانیں نکال
نکالکر ابر کالشکر سمیٹے لیے چلی آتی ہے۔

ذرا ٹھہرنا تیز ہوا کا سناٹا۔ کڑک۔ چمک۔ اور بارش کا شور۔ سننے نہیں دیتا۔
متھرا میں غیبی ارواح کیا نغمہ گا رہی ہیں۔ کس کی آمد کا ترانہ سنا رہی ہیں۔

دیوکی کا محل کنس کا جیل خانہ ہے۔ برسوں سے چپ چاپ غم کا پہرا لئے کھڑا
تھا۔ آجکی رات سرور کا نور اُس سے اُبل رہا ہے جسکی شعاعیں بجلی کی آنکھ بند کئے
دیتی ہیں۔

اندر چلنا۔ کیا سماں ہے۔ اُسپر بھی نظر ڈالنا۔ آدمی کا بچہ پیدا ہوتا ہے جس طرح

ابر برس چکا تھا آسمان صاف تھا تارے جھلملاتے تھے۔ خدا کے پیارے بچہ باسدیو کی گود میں تھا اپنا شیریں نور برساتے تھے۔ غیب کے تماشے جن آنکھوں کو نظر آتے ہیں اُنہوں نے دیکھا شیش ناگ نے اپنے پھن کا سایہ بچہ پر کر رکھا ہے۔ جو عقل کے کوچہ سے آگے بڑھنا نہیں چاہتے۔ ہر عجوبہ کی تاویل کرنے کے عادی ہیں۔ بولے ناگ ایک قوم تھی۔ اس کے سردار نے اسوقت باسدیو کی مدد کی تھی۔ نیں نے کہا۔ ناگ اشارہ ہو یا آدمی فرشتہ ہو یا شیطان۔ ایک مظلوم شخص کا غیبی حمایت کار تھا۔

باسدیو جمنا کے کنارے پہونچے۔ بھادوں کے مینھ کا دریا کنارے ابلا ہوا جوش کے چڑھاؤ میں چڑھا ہوا آبی دامنوں کو جنگل میں پھیلائے سیاہیانہ کف منہ میں بھرے سائیں سائیں کرتا بہتا چلا جاتا تھا۔ جوں ہی باسدیو وحدت کا سمندر گود میں اٹھائے اس کے کنارے آئے۔ جمنا خوشی سے لہرائی انتظار کے آنسوؤں کو پینے لگی پھیلے ہوئے پانی کو سمیٹنے لگی۔ اس کا کھڑا پانی بیٹھ گیا۔ اور بیٹھی تہ کھڑی ہو گئی۔ پھر گہراؤ کیونکر رہتا۔ دریا پایاب ہو گیا۔ کشتی کی ضرورت نہ رہی۔ باسدیو اسمیں گھسے چلے گئے اور پار اتر گئے۔ نئی روشنی کی عقلیں پھر غوطہ کھائیں گی۔ بغیر کشتی کے پار جانے میں ان کو تعجب انکار ہوگا۔ مگر سچے مسلمان تو ان کرشموں کے قائل ہیں قرآن شریف میں پڑھتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کو دریائے نیل نے راستہ دیدیا تھا۔ اور اسمیں خود بخود بارہ سڑکیں بن گئی تھیں۔ عقلاً غور کرو تو بہتیری مثالیں ایسی ملیں گی کہ دریا کو بغیر کشتی کے عبور کر لیا اور کسی کا بال بیکانہ ہوا۔ رسول خدا صلعم کے اصحاب نے ایران پر حملہ کیا۔ دریا کے اُس پار غنیم کی فوج تھی۔ اس پار مسلمان تھے۔ دریا کی طغیانی کشتیاں ناپید سپہ سالار لشکر نے حکم دیا گھوڑے دریا میں ڈال دو۔ سپاہ نے تعمیل کی۔ سب خدا کا نام لیکر کود پڑے حریف ایرانی یہ جرأت دیکھ کر ڈر گئے۔ بولے۔ یہ آدمی نہیں جنات ہیں

یہ کہکر بھاگ نکلے۔ صحیح روایت یہ ہے کہ مسلمانوں کی فوج کا ذرا نقصان نہوا اور انہوں نے پار جاکر ملک کو فتح کر لیا ٭

ایسا ہی قصہ بابر بادشاہ کا تاریخوں میں مذکور ہے۔ وہ بھی گنگا کی طغیانی میں تلوار ہاتھ میں لیکر کود گیا تھا اور فوج کو تیراتا ہوا پار سے پہنچا تھا ٭

باسدیو کے لیئے اور ان کے اس بیٹے کے واسطے دریا کا خشک ہوجانا جو خدا کا مقبول تھا کچھ عجب نہیں ہے۔ یا یوں کہو کہ باسدیو کی ہمت اور قوت ارادی کشتی بنگئی اور وہ چڑھے دریا میں بے خوف و خطر تیرتے ہوئے دریا پار نکل گئے ٭

پار جاکر کرشن جی کو جسودا کی گود میں دیا۔ اور اُس کی بیٹی کو اپنی گود میں اُٹھا پھر متھرا آگئے ٭

صبح ہوئی۔ دیوکی کے ہاں بچہ ہونے کی اطلاع اُس موذی کنس کو دی گئی جو اس گھڑی کے انتظار میں برسوں سے سینہ میں دل دہڑکا رہا تھا۔ سنتے ہی آندہی کے جھونکے کی طرح دیوکی کے محل میں گھسا تاکہ ٹمٹماتے چراغ کو بجھادے۔ اور اپنے ظلم کے تاریک گھر میں اطمینان کی شمع جلائے ٭

باسدیو اور دیوکی ہاتھ جوڑتے ہوئے اُٹھے۔ قتل بیگناہ میں اپنی ناتوان آوازوں سے مزاحمت کرنی چاہی۔ مگر اس بگولے کے سامنے باسدیو اور دیوکی کے ذرات خاک کیا ٹھہر سکتے تھے۔ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ کنس نے معصوم بچہ کو اُٹھایا اور پھرا کر دے مارا بے زبان بتلی کا آناً فاناً میں دم نکل گیا۔ کنس کی آنکھوں میں ٹھنڈک پڑی اور اندیشہ کا کام تمام کرچکا تو بچہ کو غور سے دیکھا۔ معلوم ہوا لڑکا نہیں لڑکی ہے۔ حیران ہوا کہ خبر تو لڑکے کی تھی۔ یہ آٹھواں بچہ ہے۔ نجومی کہہ چکے ہیں آٹھویں حمل سے لڑکا ہوگا اور وہی تیرے تاج و تخت اور تیری جان کا لیوا ہے۔ پھر یہ کیا؟ یہ تو لڑکی ہے۔ دہوکا تو نہیں ہوا۔ فریب تو نہیں دیا گیا۔ ضرور دال میں کالا ہے۔ باسدیو نے اپنی برادری کے

کسی شخص کے ہاں اپنا لڑکا چھپایا ہے اور کسی دوسرے کی لڑکی کو اسکے جگہ لٹا دیا ہے۔
یہ خیال آنا تھا کہ اس کے آتش خانہ خیال میں پھر آگ بھڑکی جسکم دیا تمام جادو
بنسی (باسدیو کی برادری) کے لوگوں کے ہاں تلاش کرو جس کے نوسولود بچہ دیکھو
قتل کر دو۔

یہ حکم قضا کے تیر کی طرح کنس کی کمان دہن سے نکلا۔ اور بے شمار معصوم گلے چھیدتا
چلا گیا۔ یعنے اس دن ساری جادو قوم کے شیرخوار بچے تیغ ستم سے حلال ہو گئے
اور متھرا میں کہرام مچ گیا۔

جسودہا کی گود

بے سروسامان گوالن کے جھونپڑہ میں ہندوستان کے ظاہر و باطن کا بادشاہ جھولے
میں جھول رہا ہے۔ جسودہا کی غریبی پر نہ جانا۔ اس کے دل میں پریم و محبت کا دربار لگا ہوا
ہے۔ اور یہ اس کی ملک ہے۔ یاد نہیں اُن شہنشاہ دو عالم کا قصہ جن کی خاطر زمین آسمان بنے
جن کا نام محمد (صلعم) تھا۔ وہ بھی ایک غریب گوالن کی گود میں پلے تھے۔ جن کا نام حلیمہ
تھا۔ اور جو بکریاں پال کر زندگی بسر کرتی تھیں۔ خدا دکھاتا ہے کہ محبت کے سمندر غریبی
کے چشموں سے اُبلتے ہیں۔ عشق کے شعلے مفلسوں کے چھپروں سے شروع ہوتے ہیں۔
تاکہ دولت دنیا کے جھوٹے نشہ سے مخمور رجائیں اور بے زری کی اس عزت کو پہچانیں
جو خدا کے ہاں اس کی ہے۔

عاشق از روز ازل بے سروسامان افتاد۔ بچاری جسودہا کے پاس کیا تھا جس کو
لکھوں۔ اور خدا کے لاڈلے مہمان کے قیام خانہ کی تصویر دکھاؤں۔ ایک خیمہ تھا یا
ایک جھونپڑا تھا جس کے اندر چکی تھی۔ چرخہ تھا۔ مٹی کے برتن تھے۔ گھاس کے بوریوں کا
فرش تھا۔ باہر گائے تھی ان کے بچھڑے بچھیاں اُچھلتی پھرتی تھیں۔

یہ اس قصر فقر کی صورت تھی جسمیں بادشاہ اقلیم وحدت کی چھوٹی سی مورت گمنام جسودھا
کی گود میں عیش کرتی تھی ؛

جسودھا اس راج کمار کو سینہ سے لگاتی - اور اپنی قسمت پر ہزاروں نازول ہی دلمیں
کرتی تھی - اُسے خبر نہ تھی کہ میں دنیا کے مشہور سپاہی - نامی تاجدار - ہر دل عزیز پیشوائے
دین کی دائی ہوں - اور اس کے قدموں کی برکت سے میرا نام قیامت تک زندہ رہیگا
اس نے تو مظلوم دیوکی کا بے غرض محبت سے ساتھ دیا تھا - اس کو مال و دنیا کی باسدیو
اور دیوکی جیسے قیدیوں سے اُمید نہ تھی - جسودھا نے اپنی ہریالی کونپل کو دوسرے کے
پھول پر کسی لالچ سے قربان نہ کیا تھا - اور دنیا میں اولاد کو کوئی شخص ہی طمع پر نثار نہیں
کیا کرتا - یہ کرشمہ جب نظر آتا ہے محبت ہی کا اکثر اس میں دخل ہوتا ہے - یہ محبت ہی
تھی جس نے جسودھا کو اندھا کر دیا - اور اُس نے اپنی بیٹی ہلاک کرا کے دیوکی کے بیٹے
کو بچایا - مگر محبت کا اندھا پن دل کی آنکھیں روشن کر دیتا ہے - چنانچہ خدا نے جسودھا
کو دل کی آنکھ دی اور اُس کا رتبہ دنیا کی جھوٹی دولت والیوں سے بڑھا دیا - سلام
تجھپر اے غریب گوالن کی گود ٹھنڈی کہنے والے - سلام تجھ پر اے گمناموں کے نام کو
چاند لگانیوالے اے وہ جو ایک مفلس دودھ والی کی آغوش میں امیروں
کی پھولوں کی سیج سے زیادہ آرام میں پاؤں پھیلائے سوتا ہے تجھپر ہزاروں سلام

سناؤنی

جسودھا کی گود راج کمار سے آباد ہوئی - رات گئی - سچائی کا سویرا نمودار ہوا جسودھا
دیکھتی تھی کہ یہ بچہ نور کا پتلا ہے - اس کے گھر میں آتے ہی صبح کا نور نکل آیا - اپنے نئے
مہمان کے چاؤ چوچلے میں لگی ہوئی تھی - دودھ بھی نہ بلویا تھا کہ متھرا سے ایک سناؤنی
آئی - جس خبر کے سننے کا جسودھا کو یقین نہ تھا سورج نکلتے ہی کان میں پڑی کہ اسکی
بیٹی کو کنس نے دیوکی کے بیٹے کے عوض مار ڈالا - وہ سمجھتی تھی نجومیوں نے کنس کو بیٹے کی

خبردی ہے۔ جب وہ دیکھے گا کہ یہ لڑکا نہیں لڑکی ہے تو چپ ہو جائیگا نجومیوں کی
غلط بیانی پر غصہ کرے گا اور میری ایک دن کی معصومہ کو چھوڑ دے گا توقع انسان
کو تکلیف دیا کرتی ہے۔ اگر جسودہا یہ توقع نہ کرتی تو اسکو اپنی لڑکی کے مارے جانیکا
اتنا صدمہ نہ ہوتا۔ کیونکہ اس کا دل پہلے سے اس غم کے لئے آمادہ اور تیار ہو جاتا
لیکن کرشن جی نے سب سے پہلا سبق اپنی دائی کو دیا بچے بنے ہوئے چپکے
پڑے رہے۔ اور جسودہا کو بتا دیا کہ انسان کو ہر وقت دنیا سے بے توقع رہنا
چاہیئے۔ جسودہا نے باوجود اتنی بڑی قربانی کے ایک بتہ ہی امید کا تسمہ لگا رکھا تھا۔
قدرت نے اسکو کاٹ ڈالا اور عورت جسودہا کو میدان عشق کا پورا مرد بنا دیا۔
جس وقت جسودہا نے سنا کہ اس کی بیٹی کنس کے ہاتھوں ایسی بے دردی سے
ماری گئی تو وہ بے اختیار ہوگئی۔ اس نے کرشن کو چھاتی سے لگا کر دبوچ لیا۔
ان کے منہ پر اپنا منہ رکھدیا۔ اور زبان حال سے یہ کہنے لگی ؛

دیوکی کے پتر! میری پتری مرگئی۔ باسدیو کے دل جانی! میری جان
بے جان ہوگئی۔ سنتا ہے؟ تیرے ماموں نے مجھ غریب کو لوٹ لیا
میں نے سانچ کی آنچ پر اپنی دلاری کو بھینٹ چڑھا دیا۔ کلیجہ کی کور
کو خود کٹوا دیا آنکھ کی پتلی میں آپ ہی تکلہ مار لیا،
میرے کنور اٹھ، اور اپنی ستم رسیدہ دائی کا بدلہ اس پاپی سے
لے جس نے میرے باغ کا ننا پھول توڑ لیا، دیکھ میری گائے اپنی
بچھیا کو دودھ پلاتی ہے۔ اور وہ بچھیا بے دودھ پئے مرگئی جسکو مجھ گئو نے
جنا تھا۔ اس جاننہار کو یہ خبر نہ ہوگی کہ اسکی قصائی ماں اسکو حلال کرانے
بھیجتی ہے۔ وہ دنیا میں رہنے کو آئی تھی میں نے اسکو نہ رہنے دیا۔ اسکے
دلمیں کچھ دیکھنے کے ارمان تھے۔ میں نے کچھ نہ دیکھنے دیا۔ اسکے ارمانوں کو

خاک میں ملا دیا۔

اولاد والیوں سے پوچھنا۔ میرے دل کی آگ کی جلن وہ بتائینگی اور کہنا کہ جسودھا کی بیٹی قتل ہوگئی ہے۔ جسودھا! اسکا کیونکر ماتم کری جسودھا دوسرے کی ماتا کو پال رہی ہے۔ ایسا نہ ہو اپنی ماتا کے غم میں اس بچہ کی بدشگونی ہوجائے۔

دیوکی! تو کچھ خیال نہ کیجیو، جسودھا صبر کی بندی ہے۔ اس نے کلیجہ پر پتھر رکھ لیا۔ وہ ہنستی رہیگی اور دل کے رونے کو چھپائے گی۔ تو اپنے لال کا فکر نہ کر۔ میری لاڑلی ٹوٹ گئی۔ ٹوٹ جانے دو۔ یہ گود کا ہیرا سلامت رہے، تو میں اپنے آنکھ کے موتی کو بھول جاؤنگی۔

باسدیو۔ آ میرے پتی (شوہر) نند کو سمجھا۔ وہ اپنی بچی کے فراق سے بے اختیار ہوا جاتا ہے۔ میں کلیجہ کو مسوسوں۔ تیرے بچہ کو تھاموں یا نند کو سنبھالوں۔

وہ چلا جان چلی، دونوں برابر کھیسے اسکو تھاموں یا اسے ہیر پڑوں کس کس کو جسودھا کی گود حرب کی زندگی کی پہلی رتھ تھی۔ جس کی رتھ بانی کرشن نے کی اس وقت وہ چپ تھے۔ اور بتے ہوئے غافل تھے۔ یا نا سمجھ بچے تھے۔ مگر قدرت نے انکا لکچر ان کا اپدیش، ان کا خطبہ، ان کی تقریر جسودھا کو اسی طرح سنا رہی تھی جس طرح بڑے ہوکر انہوں نے ارجن کو اسکا رتھ بان بنکر مہا بھارت کے وقت وعظ سنایا تھا۔

قدرت کی خاموش اسپیچ نے جسودھا کا دل مطمئن کر دیا۔ جیسا کہ ارجن کا دل گرمایا گیا تھا۔ جسودھا کو اپنا فرض یاد آگیا۔ جیسے ارجن کو اس کا فرض یاد دلایا گیا تھا۔

خدا کے پیام کو ہمیشہ پہلے عورت نے مانا ہے۔ فرعون کی بیوی آسیہ حضرت موسیٰ پر مردوں سے پہلے ایمان لائی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ خاتون محترم حضرت محمد مصطفےٰ

کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

وہ وقت بھی آیا کرشن جی نے طفلی کا پردہ اُٹھایا جسودھا کی گود سے نیچے اُترے بیٹھنا سیکھا۔ کھڑا ہونا سیکھا۔ چلنے پھرنے لگے۔ گوالئے سمجھے لڑکا ہوش میں آیا۔ ہاتف نے آواز دی پہلے ہوش کب تھا۔ عالم اسباب کی شکل بشر میں آیا تھا۔ اِس واسطے کچھ دن چپ چاپ پڑا رہا۔ ورنہ یہ ازلی ہوش وحواس کا خزانہ لیکر زمین پر اُترا تھا۔ اسکو عمر کے ان تغیرات کی محتاجی نہ تھی جسکو تم بچپن جوانی بڑھاپا کہتے ہو۔

اب کرشن کنہیا دوڑتے تھے۔ اُچھلتے تھے۔ کودتے تھے۔ اور پڑوس کے گھروں میں گھس جاتے تھے۔ وہاں جاکر جس چیز کو دیکھتے شوخی سے پھینک دیتے۔ پانی کے برتن پھوڑ ڈالتے۔ دودھ اونڈھا دیتے دہی بکھیر دیتے۔ مکھن خراب کرتے۔ جی میں آتا تو بے خطر ہوکر مکھن دودھ جتنا کھایا جاتا کھا جاتے ایک دن ہو دو دن ہو تین دن ہو۔ کرشن کنہیا کی یہ حرکتیں روز روز ہونے لگیں۔ مگر کیا مجال کہ کوئی شخص حرف شکایت زبان پر لاتا ہو۔ گوالئے نقصان اُٹھاتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ کیونکہ کرشن جی غیب کی ایک ایسی طاقت ساتھ لائے تھے جس نے شروع سے انکی محبت انسانوں کے دلوں میں بھردی تھی۔ اور خلقت کی طبیعتیں خود بخود ان کی طرف کھنچتی تھیں عورت مرد بچے بڈھے کی قید نہ تھی ہر درجہ اور عمر کا آدمی کرشن سے پیار اور لگاؤ رکھتا تھا۔

دُنیا میں نوجوان لڑکیوں اور کرشن کی محبتوں کے افسانے مشہور ہیں یہ لڑکیاں انہی گوپوں یعنے گوالیوں کی تھیں۔ گوپیاں نام اسی نسبت سے ہے۔ مگر کرشن جی کا تعلق فقط لڑکیوں سے مخصوص نہ تھا۔ گوکل کے سب باشندے ان کے شیفتہ وفریفتہ تھے قصے کہنے والوں نے صرف ایک حصہ کو لے لیا۔ اور کرشن کو بدنام کردیا حالانکہ ذرا غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اگر بالفرض تسلیم کرلیا جائے کہ کرشن جی کا گوکل کی جوان لڑکیوں سے تعلق تھا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ گوپوں (گوالیوں) نے

اسکو کیونکر گوارا کیا - حالانکہ وہ صحرائی بڑے باغیرت و حمیت تھے وہ کب گوارا کر سکتے تھے کہ متھرا کا ایک اجنبی آدمی ان کی لڑکیوں سے ناجائز تعلق رکھے پس صاف ثابت ہوتا ہے کہ کرشن اور گوپیوں کا تعلق بالکل پاکبازانہ تھا - اور گوپوں کو کرشن پر ہر طرح اطمینان تھا ◆

کرشن جی کے اس عالم خردسالی سے معلوم ہوتا ہے جس کو دکھا رہا ہوں کہ انپر گوکل کے سب رہنے والے جان دیتے تھے - اور اس وقت جبکہ کرشن تین چار برس کے تھے تمام گوپ لوگوں کا کھلونہ بنے ہوئے تھے - مرد بھی ان کے عاشق تھے - عورتیں بھی بوڑھی ہوں یا جوان انپر جان دیتی تھیں - لڑکیاں اور لڑکے ایک دم کو کرشن سے الگ ہونا گوارا نہ کرتے تھے - یہی الفت تھی جو کرشن جی کی عمر کیساتھ ساتھ بڑھ رہی تھی اور اتنی بڑھی کہ موجودہ نسلوں نے ان سے نفسانی نتیجے نکال لیئے ◆

جب کرشن کنہیا چار پانچ برس کے ہو گئے تو گوپ لڑکوں کے ساتھ گائیں چرانے لگے - جنگل میں بھی ان کی شوخی قایم رہتی تھی - اس شوخی کے ساتھ دلیری بھی اعلیٰ درجے کی تھی - خونی سانڈوں سے مقابلہ کرتے تھے - اور طرح طرح کے خطرناک جانوروں پر حملہ کرکے اپنی جرأت کا ثبوت دیتے تھے - جسپر بہت سی حکایتیں بعید از قیاس مشہور ہیں مگر قیاس کو اور ناکارہ عقلوں کو غیبی کرشموں میں دخل دینے کا کچھ حق نہیں - اسواسطے ہر حکایت کو تسلیم کرنا چاہیئے ◆

بانسری

اسی طفلی اور گائیں چرانے کے زمانے میں کرشن جی نے بانسری بجانی سیکھی وہ اسوقت کے دستور کے موافق ناچتے بھی خوب تھے - اور آواز تو ان کی ایسی شیریں و دلکش تھی کہ جب وہ گانے کھڑے ہوتے تھے تو سننے والے بےحس و حرکت اور رنجود ہو جاتے تھے -

ذرا سوچنا جس پہلے کو لڑائی کا سنکھ (بگل) بجاتا تھا اور ہندوستان کی زمین پر ایک معرکہ عظیم کا نقشہ جماتا تھا قدرت نے خود بخود اُسکو ایک ایسے باجہ کی طرف متوجہ کیا جو ہر روحانی مثال میں آیا کرتا ہے ؂

مثنوی مولانا رومؒ کا پہلا بنیادی شعر جب فلسفۂ کائنات کے بیان پر زبان کھولتا ہے تو اسی بانسری کو ذکر حقیقت کا مجاز بناتا ہے جو یہ ہے ؂

بشنو از نے چوں حکایت میکند — وز جدائی ہا شکایت میکند

سُن تو (بانسری) سے کیا حکایت کرتی ہے — اور جدائی کی شکایت کرتی ہے

اِس بانسری کے عجب راز تھے۔اِس نَئے کے کچھ اور ہی انداز تھے۔

شام نے مرلی بجائی کس طرح — مچ گئی گھر گھر دُہائی کس طرح

ہر کی مرلی ہر کے اندر باجتی — ہر کی ہے ہر سے رسائی کس طرح

گوکل سے بندرابن

خانہ بدوش قومیں ایک جگہ آباد نہیں رہا کرتیں۔گوکل کے گوپ بھی خانہ بدوش تھے جنمیں سری کرشن پوشیدہ طور پر پل رہے تھے۔یکایک ان گوپوں نے گوکل سے اپنے خیمہ اُکھاڑ لیئے اور اِس چراگاہ سے سب مویشی لیکر بندرابن چلے گئے۔جو گوکل سے چند کوس کے فاصلہ پر تھا۔اور خوب ہرا بھرا جنگل تھا۔جسکے تین طرف جمنا بہتی تھی۔

یاسی بندرابن میں سری کرشن جی کا بچپن ختم ہوا اور جوانی کے ایام شروع ہوئے ؂

یہاں آکر سری کرشن کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ وہ دن بھر گوپ لڑکوں کے ساتھ گائیں چراتے شام کو گھر آتے۔کھانے سے فارغ ہو کر باہر نکلتے اور بانسلی لیکر بیٹھ جاتے۔اور خوب بجاتے۔گوالپ گوالیئے بھی چھوٹے بڑے۔عورت مرد لڑکے لڑکیاں۔رات کی ہیکڑی کا

سری کرشن کے آس پاس جمع ہوتے - اور ان کی بانسری کے نغمے سُنتے۔
سری کرشن اور ان کے بھائی بلرام نہایت حسین تھے - اور تمام گوپ فرقہ کے
بچوں میں ان دونوں کی صورتیں الگ پہچانی جاتی تہیں - مگر گوپ لوگ یہی سمجھتے تھے
کہ یہ بچے جسودہا اور نند کے ہیں - یہ خبر کسی کو نہ تھی کہ متھرا کے شہزادے ان میں
پل رہے ہیں - اس راز کو صرف نند اور جسودہا ہی جانتے تھے ؎

اس کے باوجود کہ گوپ سری کرشن اور بلرام کو اپنے قبیلہ کا سمجھتے تھے - انپر
سری کرشن کا بڑا اثر تہا - اور خود بخود ایسی حالت ہوگئی تھی کہ گوپوں کی لڑکیاں اور
لڑکے جو ان کے ہم عمر تھے ان کی عزت اس طرح کرتے تھے گویا یہ دونوں ان کے
سردار ہیں ؎

اس کی وجہ ایک تو یہ تھی کہ سری کرشن کا پالنے والا نند اور اسکی بیوی جسودہا
اپنے فرقہ گوپ میں ذی عزت تھے - دوسری یہ کہ ان دونوں کرشن و بلرام کی شکلیں
سب سے اچھی اور ممتاز تہیں - تیسری یہ کہ شاہی نسل میں ہونے کے سبب قدرتاً بھی ان کا رعب
ان جنگلی باشندوں پر پڑتا تہا - اور سری کرشن باوجود خردسالی کے ان سب کے بڑے
بنے ہوئے تھے - جس جگہ جا کر بیٹھتے سارے گوپ بھی وہاں جمع ہو جاتے - جو کام کرتے
گوپ بھی اُس میں حصہ لیتے جس طرف ان کی رغبت ہوتی گوپ بھی اُدہر ہی رغبت
ظاہر کرتے ؎

سری کرشن کی آواز بھی قیامت کی تہی - وہ بہت ہی اچھا گاتے تھے - اور بعض
روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ناچنا بھی خوب آتا تہا - ہم مسلمان ناچنے کے لفظ
پر چونکتے ہونگے - مگر یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے - اس سے سری کرشن کی عظمت میں کچھ
فرق نہیں آتا - کیونکہ یہ رقص اُسوقت کے ہندوؤں کا قومی دستور تہا - اور ہر ذات کے
ادنیٰ اعلیٰ امیر غریب لوگ ناچا کرتے تھے جیسے آجکل انگریز اور یورپ والے ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی

پھر بادشاہ تک بیویوں کے ساتھ ناچتے ہیں۔ اور اس قومی عادت پر کوئی شخص اعتراض کرنے کا حق نہیں رکھتا ۔

سری کرشن رات کی ان صحبتوں میں بانسلی بجاتے۔ گانا گاتے اور کبھی کبھی رقص بھی کرتے۔ اور ان کے ساتھ گوپ فرقہ کے لڑکے اور لڑکیاں بھی ناچتی گاتی تھیں۔ اس عام ہمنشینی کی مجلسوں نے بعض لوگوں کو جنمیں خوش اعتقاد ہندو زیادہ ہیں یہ قیاس کرنے کا موقع دیا کہ سری کرشن گوپ فرقہ کی جوان لڑکیوں یعنے گوپیوں سے ناجائز برتاؤ کرتے تھے اور ان کی یہ عمر ہر وقت کی زناکاریوں میں بسر ہوتی تھی ۔

یہ قیاس جو بعد میں اصلیت اور واقعیت کے لباس میں مشہور ہو گیا سراسر لغو اور بے بنیاد ہے۔ اس لیئے نہیں کہ سری کرشن کو خواہ مخواہ الزامات سے بری کرنا میرا مقصود ہو۔ بلکہ اسواسطے کہ حالات کا تقاضا ان روایتوں کے سراسر خلاف معلوم ہوتا ہے ایک تو یہ کہ سری کرشن کی عمر اس زمانہ میں صرف بارہ برس کی تھی۔ بارہ سال کی عمر میں خواہ کیسا ہی تندرست بچہ ہو اس قابل ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ جوان عورتوں کے ساتھ مصروف زناکاری ہو سکے۔ اور یہ تمام معتبر ہندو کتابوں سے ثابت ہے کہ سری کرشن نے جب اپنے ظالم ماموں راجہ کنس کو قتل کیا ہے تو ان کی عمر بارہ سال کی تھی۔ سوائے ایک روایت کے جس میں ان کی عمر سولہ برس کی لکھی ہے۔ اگر اس سولہ سال کی روایت ہی کو تسلیم کر لیا جائے تب بھی گوپیوں سے حرام کاری ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ سولہ برس کی عمر میں کنس کو مارا ہے۔ اور یہ سب قصے عیاشی کے اس عمر سے پہلے کے ہیں۔

جو تصویر کنس کے مارنے کی میں نے اس کتاب میں دی ہے وہ اُن ہندوؤں سے حاصل ہوئی ہے جو عملاً بیباکی سے سری کرشن کے عاشقانہ اور عیاشانہ طرزعمل کو مانتے ہیں۔ تب بھی اس تصویر میں سری کرشن کو ایک طفل کی شکل میں دکھایا گیا ہو جب کنس کے ہلاک کرنیکے وقت وہ اتنے ذرا سے طفل معصوم تھے تو سابقہ عمر میں گوپیوں سے

زناکاری اُنھوں نے کیسے کی؟

سب سے بڑا ثبوت سری کرشن کی پاکبازی کا یہ ہے کہ وہ ہر وقت گوپ مردوں
عورتوں لڑکوں لڑکیوں میں گھرے رہتے تھے۔ کسی روایت سے ثابت نہیں کہ ان کو کبھی کیولی
سے تنہائی کا بھی موقع ملتا تھا۔ تو پھر ان کو حرام کاری کا وقت کب اور کہاں مل سکتا تھا
گوپ فرقہ کی سکونت جنگل میں تھی۔ جہاں بڑے بڑے مکان اور عیبوں کے چھپانے
کے لیئے در و دیوار نہ تھے۔ کھلے میدان میں سری کرشن کو علانیہ ہوس بازی کی اجازت
کون دے سکتا تھا؟

صحرائی اور جنگلی قومیں بڑی غیرت دار اور آبرو کی پاسداری کرنے والی ہوتی ہیں
اگر وہ اپنی لڑکیوں کے ساتھ سری کرشن کی ذرا بھی بدنگاہی دیکھتے تو کیونکر ممکن تھا کہ
وہ ان کو یا ان کے پالنے والے نند وجسودھا کو زندہ چھوڑ دیتے۔ بخلاف اس کے
وہ تو سب پروانوں کیطرح سری کرشن کے فریفتہ اور شیفتہ تھے؟

سری کرشن کی جوانی اور عروج کے زمانہ میں ان کے بہت سے دشمن بھی تھے۔ ان
دشمنوں میں ششوپال راجہ نے ایک دربار کی بحث میں جسکا ذکر آگے آئیگا سری کرشن
پر ہر قسم کے عیب لگائے مگر حرام کاری کا الزام اُس نے نہ لگایا اگر یہ بات سچ ہوتی تو
جلسۂ عام میں ششوپال جیسے حریف کو زنا کا الزام بیان کرنے اور مجمع کو اسکے خلاف
کر دینے کا بڑا اچھا موقع تھا۔ مگر اس نے الزامات میں اس قسم کا ایک حرف بھی نہیں کہا
حالانکہ وہ سری کرشن کا عزیز تھا۔ اور اُنکی تمام زندگی سے واقف تھا۔ اسوقت کو دلیر
پکے پاکباز۔ اور اکثر بڑے بڑے زاہد عالم ہندو سری کرشن کے آگے سر جھکاتے اور اُنکو
اوتار مانتے تھے۔ اگر سری کرشن کی زندگی میں یہ حرام کاریاں ہوتیں تو وہ نیک لوگ
کبھی انکو اوتار تسلیم نہ کرتے۔ اور ان کے آگے سر نہ جھکاتے؟

غرض صدہا ثبوت اس کے ہیں کہ سری کرشن کی عیاشی اور گوپیوں سو ناروا مفتریانہ

قیاس بالکل جھوٹا غلط اور بہتان عظیم ہے۔ اور اس مرد خدا کی زندگی ان کاموں سے سراسر پاک اور بے لوث تھی ؁

بیشک وہ گوپیوں کو گانا اور باجہ سناتے تھے۔ بیشک وہ ان کے ہمراہ رقص کرتے تھے۔ بے شک ان کی طفلی کا زمانہ خوب ٹھاٹ لیلاؤں میں بسر ہوتا تھا۔ مگر ان مجالس عیش میں صرف گوپیاں ہی نہیں اُن کے ماں باپ بھی شریک ہوتے تھے اُن کے لڑکے بھی شامل ہوتے تھے۔ اور یہ سب حالات ایسے تھے جنمیں اس وقت کے عام دستور تفریح اور زندہ مزاجی کے سوا کسی ناجائز فعل کو دخل نہ تھا ؁

پھر کون کہہ سکتا ہے اور کہاں سے کہہ سکتا ہے کہ سری کرشن جیسے پیشوائے دین نے (توبہ توبہ) حرام کاریاں کیں ؁

اے میرے بھائی مسلمانو تم ہرگز بعض جاہل ہندوؤں کی روایتوں پر کچھ خیال نہ کرنا کیونکہ تم پر تمہارے مذہب نے لازم کیا ہے کہ ہر دین کے ہادی کی عزت کرو۔ اور اُسکو ایسے جھوٹے الزاموں سے پاک سمجھو ؁

سری کرشن پر یہ سراسر بہتان ہیں۔ اور کوئی دلیل کوئی تاریخی شہادت۔ کوئی پکا ثبوت اس کا موجود نہیں ہے کہ سری کرشن زناکار تھے۔ میں نے ہندو کتابوں کو خوب غور سے دیکھ لیا۔ کہیں بھی ان واقعات کا نشان نہیں ملتا۔ جو خود سری کرشن کے پجاری ان پر تھوپتے ہیں ؁

تم کہو گے کہ جب ان کے پیرو خود ایسا کہتے ہیں تو ہم کیوں نہ کہیں ؁

میں جواب دوں گا کیا اسلام نے تمکو نہیں بتایا کہ یہودیوں نے اپنے پیغمبروں پر بہتان لگائے۔ توریت میں ایک پیغمبر کی نسبت اُنہوں نے یہ بڑھا دیا ہے کہ پیغمبر نے اپنی لڑکیوں سے زنا کیا۔ مگر تم کو حکم دیا گیا ہے کہ تم اس تحریف کو ہرگز [illegible] نہ کرو۔ اور سب پیغمبروں کو پاک مانو

کیا حضرت عیسیٰؑ کی نسبت اُنکی اُمّت نے یہ نہیں کہا کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں لیکن تم
کو بتایا گیا کہ تم اسکو جھوٹا سمجھو۔ وہ خدا کے فرزند نہ تھے خدا اِس بہتان سے پاک ہے۔
اگر تم دوسروں کی روایت و عقیدہ پر عمل کرتے اور کہتے کہ جب وہ خود ایسا کہتے
ہیں تو ہم کیوں نہ کہیں تو بتاؤ تمہارے پاک ایمان کو کس قدر صدمہ پہنچتا۔ یاد رکھو ہر مذہب
اور قوم میں خرابیاں پڑ گئیں ہیں۔ ہر عقیدہ میں اور ہر آسمانی کتاب میں لوگوں نے
اپنی فرضی تحریف کر دی ہے۔ اور کمی بیشی سے اُسکو خراب کر دیا ہے۔ جب ہی تو سب سے
بڑے اوتار اور سب سے بڑے پیغمبر یعنے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے
رسول بنا کر بھیجا جنہوں نے فرمایا کہ میں کوئی نیا دین لیکر نہیں آیا ہوں بلکہ پُرانے دین
کی خرابیوں کو دور کرنے اور اُس کے ماننے والوں کی اصلاح کے لیئے خدا نے
مجھ کو رسول بنایا ہے۔

مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ توریت پر ایمان لاؤ۔ انجیل پر ایمان لاؤ۔ اور سب پیغمبروں
پر ایمان لاؤ جنکا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ بعض پیغمبروں کے
نام ہم نے بتا دیئے ہیں اور بعض کے نہیں بتائے۔ مگر تم پر سب پیغمبروں اور مذاہب
کے پیشواؤں اور رہنماؤں کی تعظیم واجب ہے۔

ہم اس توریت کی تصدیق کرتے ہیں جسمیں یہودیوں نے پیغمبروں کی زناکاری
لکھدی ہے۔ ہم اس انجیل پر ایمان لاتے ہیں جسمیں خود نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو
خدا کا بیٹا لکھدیا ہے۔ تو ہم کو ہندوستان کے سب سے بڑے ہادی کی بھی عزت کرنی
چاہیئے اور جس طرح توریت کے لکھے ہوئے اور تحریف کردہ بیان زنا کو ہم جھوٹ
سمجھتے ہیں۔ اور جس طرح انجیل کے غلط دعوے فرزندی خدا کو نہیں مانتے اسیطرح
ہم کو ماننا چاہیئے کہ سری کرشن پر بھی زنا کے الزام سراسر بہتان ہیں۔ اور ایسے ہی
ہیں جیسے توریت و انجیل کے مذکورہ بالا خود ساختہ واقعات۔

ہم مسلمان توریت و انجیل کی صرف تصدیق کرتے ہیں- اُنپر عمل کرنے کا ہم کو حکم
نہیں ہے کیونکہ ہم کو ایک ایسی کتاب دیگئی ہے جو ہر تحریف اور خرابی سے پاک ہے
جسمیں کوئی بات انسانی مداخلت کی نہیں ہے جسکی تعلیم عین عقل اور ضرورت زندگی
کے موافق ہے اور وہ قرآن ہے- قرآن نے کہا ہے کہ میرے آنیکے بعد توریت انجیل
اور سب آسمانی کتابوں کی شریعتیں منسوخ ہوگئیں اب ساری جہان کو مجھپر عمل کرنا چاہیئے
پس ہم قرآن کے سامنے سر جُھکاتے ہیں- اور اُسکو تمام دنیا کے آگے پیش
کرتے ہیں- دنیا میں ہندوستان بھی ہے- اسکو بھی قرآن پر عمل کرنے اور اس ہدایت
پر چلنے کی ضرورت ہے- جو سری کرشن جی اور سری رامچندر جی کی تعلیم کے موافق
ہے جسمیں آسمانی کتاب وید کی طرح توحید کی تلقین ہے ÷

قرآن نے سب پیغمبروں کو انسانی الزاموں سے پاک کیا- لہذا معتقدان
قرآن کا فرض ہے کہ ہندوستانی پیشوایان دین کو بھی آدمیوں کے بہتانوں سے
پاک کریں اور ان کے ادب و احترام کو اپنے دلمیں جگہ دیں ÷

اس سے ہم ہندو نہیں ہو جائینگے- کیونکہ توریت کی تصدیق و تعریف کرنے
سے ہم یہودی نہیں ہوئے- اور انجیل کی توصیف سے عیسائی نہیں بنگئے وہی
مسلمان رہے اور مسلمان رہیں گے- اس عام تصدیق اور عام محبت و ارتباط
شایع کرنے ہی کا نام تو اسلام ہے ÷

لہذا آؤ اور سری کرشن جی کے اوپر سے تمام جھوٹے بہتانوں کو دور کر کر
اور دور سمجھ کے اُنکو اپنے دل کی عزت و محبت کا پیام دو ÷

خوش اعتقاد ہندو

بے عقلی سے سری کرشن کی نسبت ایسی ایسی مہمل باتیں کہتے ہیں جن کو میں اس کتاب میں

درج کرنا خلاف تہذیب سمجھتا ہوں*

متھرا۔ گوکل۔ بندرابن جہاں سری کرشن کی پیدائش۔ پرورش۔ عروج کی یادگاریں ہیں ہر سال کروروں ہندو ان مقامات کی زیارت کرنے آتے ہیں۔ میں بھی ان کو دیکھنے کئی مرتبہ گیا ہوں۔ وہاں پجاری اور پنڈوں نے اپنی کمائی کے لیئے ایسی ایسی روائتیں بنا رکھی ہیں جنکو سنکر عورتیں قدرتاً بدچلنی کی طرف مائل ہو جاتی ہوں گی اور جوان مرد بھی بداختیار ہوس نفس کو دل میں موجزن پاتے ہونگے۔ کیونکہ شائستہ نیک چلن آدمی جب ان مسلسل اور خواہش ناپاک کو باضابطہ تحریک دینے والے حالات و واقعات کو سنتا ہے تو فطرتی تقاضے سے خود بخود اسپر برا اثر ہوتا ہے۔ یا تو اسکو تکلیف ہوتی ہے اور ان روایتوں سے وہ متاسف ہوتا ہے اور یا اس مرکز ہدایت مقام کی حاضری اسکو یہ فیض پہنچاتی ہے کہ ان جھوٹی کہانیوں کی بدولت اس میں بھی نفسانی جذبات بھڑک اٹھتے ہیں اور وہ بھی آوارہ مزاج ہو جاتا ہے*

راس لیلا

ہر سال جب کرشن جی کی پیدائش کا وقت آتا ہے تو ہندوستان کے شہر شہر قصبہ قصبہ۔ گاؤں گاؤں میں راس لیلا کے نام سے ناچ رنگ ہوتے ہیں۔ اور ان میں بعض پیشہ ور آوارہ خوبصورت لڑکے ان جھوٹی اور حیا سوز روایتوں کی نقل کرتے ہیں جو سری کرشن پر بطور بہتان کے لگائی گئی ہیں۔ اور ہندو ان حرام کار لونڈوں کو اپنے پاک اوتار کی بے حرمتی کے صلہ میں ہزاروں روپیہ دیتے ہیں*

مقصد کتاب کے خلاف ہوگا کہ میں حالات زندگی چھوڑ کر نصیحت نامہ لکھنے لگوں اسواسطے زیادہ تفصیل سے لکھنے اور ہندوؤں کو وعظ سنانے کی ضرورت نہیں ہے اب وہ خود اصلاح کرتے جاتے ہیں*

میں نے تو مسلمانوں کو سمجھانے اور اصل حقیقت سے آگاہ کرنے کے لئے یہ تفصیل لکھی ہے تاکہ وہ جانیں کہ ہندوؤں کے یہ سب خرافاتی افعال ذاتی اور خود تراشیدہ ہیں سری کرشن کو ان سے کچھ تعلق نہیں - وہ ان تمام خرافات سے پاک تھے - ان کی شان ان بازاری نظربازیوں اور نفس پرستیوں سے بہت اعلیٰ تھی جو خدا کے اس پاک بندہ کی جس کو خود اُسکی اُمت نے بدنام کر رکھا ہے ۔

رادھاجی

ان ہی گوپیوں کے قصہ عشق بازی میں رادھاجی نامی ایک گوپی کے بے شمار افسانے مشہور ہیں - بیان کیا جاتا ہے - سری کرشن رادھا کو اور گوپیوں سے زیادہ چاہتے تھے - اور رادھا ان کی مخصوص معشوقہ تھیں - سری کرشن ان کے خیال میں غلطاں پیچاں رہتے - اور یہ کرشن کے عشق میں بے خود و سرشار رہتی تھیں ۔

زبانوں پر - اس عشق بازی کے اس کثرت سے قصے چڑھے ہوئے ہیں کہ اس کے خلاف کچھ کہنا بہت مشکل نظر آتا ہے - صرف زبانی کہانیوں پر بس نہیں ہے - بت خانوں میں مورتیں بنی ہوئی ہیں جن میں رادھا اور کرشن کے عشق کو طرح طرح سے دکھایا ہے بت خانے ہی نئے نہیں - بہت قدیمی اور پرانے زمانہ کے مندروں میں ایسی تصاویر پتھروں پر کھدی ہوئی دستیاب ہوتی ہیں ۔

قدیمی کتابوں میں قلمی تصاویر کو تلاش کیا جائے تو وہاں بھی رادھا کرشن کے عشق کو مجسم دیکھا جا سکتا ہے - اور اب تو چھاپہ خانہ کی بدولت کروروں - تصویریں اس عاشقی معشوقی کی شائع ہوتی ہیں - اور ہندو ان کو خرید خرید کر اپنے پاس رکھتے ہیں -

ہندوؤں کی رغبت عام اور پسندیدگی خاص کو دیکھ کر یورپ کے سوداگر کپڑے کے تھانوں پر - آرائش کے سامان پر - رادھا کرشن اور گوپیوں کی رنگین تصویریں چھاپا

عشق ایک کیفیت ہے جس سے دنیا کی کوئی مخلوق خالی نہیں۔ بلکہ کہنا چاہئیے کہ یہی کیفیت عشق ہر موجودہ و محسوس ہستی کا آئنہ ہے۔ یہ کیفیت نہ ہو تو کوئی چیز نمودی شکل میں دکھائی نہ دے۔

انسان ہی نہیں حیوان۔ درخت۔ گھاس۔ پانی۔ پتھر۔ ہوا۔ بجلی۔ اور تمام نظر نہ آنے والی طاقتیں زنجیر عشق کی اسیر ہیں۔

انسان نے عشق کی حقیقت اور ماہیت سمجھنے میں طرح طرح کی کوششیں کی ہیں کبھی اس نے اس تہ کو پالیا۔ کبھی وہ اپنی خاکی سرشت کی بدولت گمراہ ہو گیا۔ کیونکہ یہ کوچہ ہمیشہ اس کے لیئے دشوار اور مشکل رہا۔ آدمی اپنی فطرتی اور قدرتی خواہشوں کو دیکھتا ان میں لذت بھی پاتا ہے اور تکلیف بھی۔ اس کا دماغ سوچنے والا بنایا گیا ہے۔ وہ ہر وقت گرد و پیش کے حالات اور اپنے اوپر گزرنے والے واقعات سے خدا کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ بعض اوقات وہ اس سے محبت کرنی چاہتا ہے بعض موقعوں پر اس کا دل حالات کی تکلیف سے گھبرا جاتا ہے تو وہ خدا سے بیزار ہونے لگتا ہے ان دونوں حالتوں میں اس کا ذہن عشق کے لفظ سے مدد مانگتا ہے لیکن عشق کبھی تو اسکو اصلی صورت میں مل جاتا ہے اور کبھی دامن بچا کر ہٹ جاتا ہے اور آدمی اپنے مفروضہ ذاتی بنائے ہوئے خیالی عشق کے دریا میں غوطے کھاتا رہ جاتا ہے۔

خدا تعالی نے ہر پیغمبر اور ہر قوم کے ہادی میں عشق کی ایک شان رکھی تھی۔ اس شان کی مختلف حالتیں اور صورتیں ہوتی تھیں۔ حضرت آدمؑ میں وہ عشق نسل بڑھانے اور زمین کو آباد کرنے کی کیفیت لیکر نمودار ہوا تھا۔ حضرت نوحؑ میں اس عشق نے قہاری شان اختیار کی تھی۔ عشق کو گوارا نہ ہوا کہ خدا کے بندے غیر خدا کو پوجیں اسلئے اس نے موج ماری اور تمام اغیار پرست آدمیوں کو طوفان میں غرق کر دیا۔ حضرت ابراہیمؑ میں اسکی صفت کچھ اور تھی۔ ان کو خلیل اللہ کا لقب اسی اعتبار سے ملا تھا کہ

اس صفت عشق کے ہرتوہ سے آدمیوں میں اتحاد وارتباط پیدا کریں۔ حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ بنائے گئے تھے انہیں باسم کلیم شان عشق نے ظہور کیا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے اس سرمدی اور راز مخفی کو روح اللہ کے لباس میں نمودار کیا تھا۔

آخری اوتار و پیغمبر۔ تمام دنیا کے ہادی حضرت محمدؐ رسول اللہ میں یہ عشق اپنی تمام شاخوں کل حصوں اور جملہ شانوں سے جمع ہوا تھا۔ اُنہوں نے اِس کیفیت محبت کے ہر حصہ سے کام لیا۔ اور دنیا کو فائدہ پہنچایا۔ بصورت مدبری بھی الامین و اعلیٰ تھا بصورت جنگ بازی بھی اس عشق سے اُنہوں نے سب سے بہتر کام لیا۔ باہمی محبت و اخلاص و انسانی مساوات کا عمل برتر شان سے اُن میں اسی واسطے تھا کہ یہ بھی عشق کا ایک حصہ ہے۔ خانہ داری اور معیشت میں اُنہوں نے اِسی عشقیہ قوت کی بدولت آسان اور سہل طریقے برت کر دکھائے جس سے ان کا عالمگیر رسول ہونا ثابت ہوا کیونکہ کسی مذہب کے فلسفہ بود و باش میں باعتبار عمل کے اِس قدر کشادگی اور سہولت نہ تھی جو دنیا کی ہر قوم کے مزاج کو موافق ہو۔

سری کرشن بھی ہندوستان کے ہادی تھے۔ اُن کو بھی خدا تعالیٰ نے ایک بڑی اور اعلیٰ قوم کی رہبری پر مامور کیا تھا۔ پھر وہ دولت عشق سے کیوں محروم رہتے۔ سری کرشن ہندوستان کے سب اوتاروں اور برگزیدہ آدمیوں سے زیادہ عشق کی مختلف کیفیات اپنے اندر لائے تھے۔

ہندوستان میں جس قدر اوتار اور رہنما گزرے ہیں اُن سب میں سری کرشن باعتبار صفت گوناگوں ممتاز تھے۔ ان کی عمر کا پہلا حصہ منظر حسن و عشق تھا۔ درمیانی دور رزم و بزم کا مکمل آئینہ تھا۔ آخری وقت محویت فنایت دنیا اور تعلقات دنیا سے بےخبری کا تھا کرشن بیتی کے دوسرے حصہ میں خدا نے چاہا۔ حیات کرشن کے ہر حصہ پر الگ الگ بحث کیجائیگی۔ اسوقت تو سرسری اشارے کر دئے ہیں۔ کیونکہ بغیر اِس مختصر سی تشریح کے

مُسلمانوں کی عام غلط فہمی دور نہ ہوسکتی

رادھا جی میرے خیال میں

کوئی عورت نہ تھیں۔ جیسا کہ عام طور پران لوگوں میں تصور کیا جاتا ہی۔ بلکہ رادھا سری کرشن جی کے جذبۂ عشق کا صفاتی نام ہے۔ چونکہ ہندو جذبات وصفات کی تصویریں بنایا کرتے تھے اسواسطے اُنہوں نے کیف عشق کا جس کے مظہر سری کرشن تھے رادھا نام رکھدیا۔ اور اسکی مورت بھی بنا دی۔

میرا خیال بے دلیل نہیں ہی بے اصل نہیں ہے۔ بے وجہ نہیں ہے۔ میں اسس خیال کی تائید میں جو ثبوت دینا چاہتا ہوں وہ کوئی باریک منطقیانہ یا فلسفیانہ بات نہیں ہے جسکو موٹی عقلیں سُلجھا کر سمجھ نہ سکیں۔ بلکہ وہ بالکل عام فہم ہی۔ بچہ بھی اسکو سمجھ سکتا ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ ہندوؤں نے قدیم زمانہ میں صفات خدا کی مورتیں بنائی تھیں۔ اور ان ہی سے وہ اللہ تعالیٰ کی صفتیں بندوں کو سمجھایا کرتے تھے۔ مثلاً ایک بت بنایا جس کے چار ہاتھ ہیں۔ ایک ہاتھ میں اناج کا خوشہ۔ ایک میں کپڑا۔ ایک میں تلوار ایک میں کتاب۔ اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ خدا کی ذات ایک ہی۔ وہی روٹی دیتا ہے وہی کپڑا وہی ہلاک کرتا ہے۔ اور وہی ہر شے کا عالم ہے۔ گویا رزاق۔ قہار۔ علیم وغیرہ اسمائے صفاتی کی تصویر جاہلوں کو دکھا دی جاتی تھی۔ پہلے پہلے تو وہ ذریعہ فہم تھیں اور ان مورتوں سے خدا کی قدرتوں کا اور نعمتوں کا علم ہوتا تھا۔ اسکے بعد رفتہ رفتہ لوگوں نے اِن ہی مثالی مورتوں اور بتوں کو پوجنا شروع کر دیا جسکی اصلاح کیلئے خدا نے اپنے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ کو بھیجا۔

مُسلمان پُرانے مندروں میں جا کر غور سے سب بتوں کو دیکھیں تو اُن کو معلوم ہو جائے گا کہ میرا کہنا درست ہے یا غلط۔

سری کرشن کی عمر پچاس برس سے زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ جن لوگوں نے اُن انگریزی پروپلیا کی تصویریں دیکھی ہیں جو ڈاڑہی مونچھ منڈاتے ہیں۔ وہ فوراً کہدینگے کہ سری کرشن کے استغراق والی تصویر ساٹھ برس کے بوڑھے کی ہے۔ میں نے اِس تصویر پر لکھدیا ہے سری کرشن کا استغراق ۔ اصل میں اسپر لکھا تھا۔ سری کرشن رادہا کے خیال میں اگر رادہا کوئی عورت یا روایت عام کے مطابق گوپی ہوتیں تو سری کرشن جی کو طفل یا نوعمر جوان دکھایا جاتا۔ کیونکہ گوپیوں کے اختلاط کے زمانہ میں سری کرشن بارہ سال کے تھے۔ مگر ان تصویروں میں وہ بوڑھے یا ادہیڑ نظر آتے ہیں۔ اور اسکو تمام ہندو کتابیں تسلیم کرتی ہیں۔ کہ سری کرشن نے بندرابن چھوڑنے کے بعد پھر گوپیوں سے کوئی تعلق اور واسطہ نہ رکھا۔ راجہ کنس کے مارے جانے کے بعد گوپ اور گوپیاں چاہتی تھیں کہ سری کرشن پھر ان سے پہلا سا میل ملاپ قایم کریں۔ مگر سری کرشن نے صاف جواب دیدیا اور فرمایا کہ اب تم مجھ سے گذشتہ تعلقات کی اُمید قطع کردو۔

پس اگر رادہا جی واقعی گوپیوں میں کوئی عورت ہوتیں تو تصویر میں سری کرشن کی صورت نوعمر دکھائی جاتی۔ کیونکہ اِس عمر طفلی کے بعد تو پھر اُنہوں نے کسی گوپی یا گوپ سے واسطہ ہی نہ رکھا تھا۔ مگر یہ تصویر ظاہر کرتی ہے کہ سری کرشن بڑھاپے کے زمانہ میں ہیں پھر بھلا بڑھاپے اور پوری جوانی کے زمانہ میں گوپیاں کہاں سے آگئیں۔

اگر اعتراض کیا جائے کہ یہ تصویریں بعد کی بنی ہوئی ہیں جیسی چاہیں بنا دیں۔ انکا اعتبار ہی کیا۔ تو میں جواب دونگا کہ ان ہی تصاویر پر انحصار نہیں ہے۔ بندرابن اور گوپیوں کے وقت کی جس قدر مورتیں صحیح سمجھی جاتی ہیں اُن سب میں سری کرشن کی عمر طفلی اور نوعمری کی دکھائی گئی ہے جو بین ثبوت اِسکا ہے کہ نارد والا عشق بازی کے افسانے سراسر غلط۔ اور رادہا جی کا مخصوص عشق کرشن جی کی عمر کے بالکل منافی ہے۔

ممکن ہے کہ رادہا نامی کوئی گوپی ہو۔ اور ممکن ہے کہ سری کرشن بندرابن کے صحرا میں

اور گوپیوں کے ساتھ کھیلتے وقت رادھا سے زیادہ مخاطب ہوتے ہوں۔ مگر یہ بالکل غیر [illegible]
معلوم ہوتا ہے کہ رادھا کرشن کی ناجائز معشوقہ تھیں کیونکہ اوپر جس قدر دلیلیں اِس خیال کے
خلاف لکھی گئی ہیں ان سے خود بخود اسکی تکذیب اور تردید ہوتی ہے۔

یہ ممکن ہے میں نے اِس واسطے لکھا کہ رادھا جی کا چرچا از حد عالمگیر ہے۔ اور لوگوں نے
فلسفیانہ استعارہ کو اصل سمجھ رکھا ہے۔ ان کی خاطر سے میں نے لکھ دیا کہ رادھا نام گوپی
کا ہونا غیر ممکن نہیں۔ لیکن میری تحقیق اور عقیدہ تو یہی ہے کہ رادھا سری کرشن
کی صفت عشق کا نام ہے۔ جو اُن کی پیدایش سے لیکر وفات تک ان کے وجود
محسوس کے ساتھ رہی۔

اَب میں بحث چھوڑ کر پھر اصل واقعات کا سلسلہ شروع کرتا ہوں۔ امید ہے کہ
منصف مزاج اور سمجھدار مسلمان میری اِس مختصر تشریح سے غلط بہتانوں کو دل سے
سے نکال ڈالیں گے۔

چوتھی بیتی

شرق النور

اُجالے کی اُٹھان

بندرابن کے جنگل میں منگل ہو رہا تھا۔ سری کرشن اور بلرام کی خوبصورتی اور بہادری
کے غلغلے گھر گھر مچے ہوئے تھے۔ بچہ بچہ کی زبان پر کرشن کنہیا کا شام سندر نام اور
من موہن کام جاری تھا۔ کہ اُڑتے اُڑتے یہ خبر متھرا بھی پہنچی۔ چند میل کا فاصلہ ہی کیا ہوتا
ہے جو ایسی دھواں دھار خبر چھپی رہتی پہلے متھرا کے عوام نے سُنا کہ بندرابن میں

تہی۔ اور کشتی جیتنے والوں کو انعام اکرام دئے جاتے تھے۔

کنس نے کہا یہ بہت اچھا موقع ہے۔ ان لڑکوں کو دنگل دیکھنے کی دعوت اور پہلوان کے ہنر دکہانے کا بلاوا دینا چاہیئے۔ اگر وہ قبول کریں تو فوج سے دو خونخوار زبردست پہلوان مقابلہ میں جائیں۔ اور چھوکروں کا کام تمام کردیں۔

تجویز قرار پائی تو اکرور نامی ایک امیر پیام رسانی پر مامور ہوا۔ اور بندابن میں نند اور جسودہا سے راجہ کنس کا یہ پیام جاکر کہا۔ نند اور جسودہا نے کنس کا بلاوا سنا تو وہ لرز گئے۔ اُن کو اندیشہ ہوا کہ راجہ کو شاید خبر ہوگئی ہے کہ کرشن اور بلرام اُس کے بہانجے ہیں۔ اب خیر نہیں۔ دیکھئے ان بے کس شہزادوں پر کیا افتاد پڑے۔ اور ہم دونوں ان کے پرورش کرنے کے جرم میں کیا سزائیں پائیں۔

مگر حکم حاکم مرگ مفاجات۔ مجبوراً راضی ہوگئے۔ اور متہرا آنے کا وعدہ کرلیا۔ سری کرشن اور بلرام نے سنا کہ اُن کو متھرا بلایا گیا ہے تو وہ بھی بہت خوش ہوئے۔ انکی خوشی اس تیاری سے ثابت ہوتی تہی جس میں وہ مصروف تھے۔ پہلے وہ ایک دہوبی کے پاس گئے۔ اور اُس سے کپڑے مانگے۔ یہ دہوبی راجہ کنس کا تہا۔ ان شہزادوں نے ایسی شدت کا تقاضا کپڑوں کے لیئے کیا کہ دہوبی برداشت نہ کرسکا۔ اور ان کے ساتھ گستاخی سے پیش آیا۔ دہوبی کی خود سری کو دیکھ کر کرشن جی نے پہلی بسم اللہ اُسی سے شروع کی۔ اور ایک ہی ضرب تیغ میں اس کمین گستاخ کا کام تمام کردیا۔

کرشن جی اور بلرام متہرا نہیں جاتے تھے بلکہ موت کے منہ میں جا رہے تھے۔ پھر انکا خوش ہونا کس وجہ سے تہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو وہ بسبب خورد سالی راجہ کنس کی نیت سے آگاہ نہ تھے کہ وہ ان کو قتل کرنے کے لیئے بلاتا ہے۔ اور یا ان کو کشف باطن سے معلوم تہا کہ کنس کی ہلاکت میرے ہاتھوں مقدر ہے اسواسطے ان کو خوشی تہی کہ ظالم کا وقت قریب آیا۔ ہندو کتابوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اکرور نامی امیر

جس کو کنس نے بتقررا ہن بہیجا تہا- تا کہ کرشن اور بلرام کو دنگل کا بلاوا دے - وہ واسدیو اور نند کی سے محبت رکہتا تہا - اور راجہ کنس کے مظالم سے اُسکو نفرت تہی - اسواسطے
اُس نے نند اور جسودہا اور تمام گوپیوں کو مخفی طریقہ سے اطلاع دی تہی کہ کنس کا ایسا ارادہ
ہے - تم سب لڑائی کے لیئے تیار ہو کر آنا - ہم سب بہی نند دیکہنا تا وہ دستعد رہیں گے
کرشن جی اور بلرام کو بہی اس کا حال معلوم ہو گیا تہا اور وہ اپنے ماں باپ و مقتول
بھائیوں کے انتقام کے لیئے بیچین تہے - اور یہی وجہ انکی خوشی کی تہی ✤

الغرض نند اور جسودہا - کرشن اور بلرام کو اور تمام گوپیوں کو لیکر متہرا روانہ ہوئے
اور اُدہر کنس نے پوشیدہ طور سے یہ حکم دیا کہ جسوقت کرشن اور بلرام دنگل میں قدم رکہیں
ایک مست ہاتھی انپر چہوڑ دیا جائے - اور لوگ غل مچائیں کہ بچنا ہاتھی چھوٹ گیا بچنا ہاتھی
چھوٹ گیا" تاکہ عام لوگوں کو یہ شبہ نہ ہو کہ راجہ نے بدنیتی سے ہاتھی چھوڑوایا ہے
اوّل تو ہاتھی ان دونوں کا کام تمام کر دے گا - لیکن اگر اتفاق سے وہ بچ جائیں تو پہر
دو نامی پہلوان انکے مقابلہ میں اُتریں اور اپنے فن کشتی سے ان دونوں کو بچہاڑ کر مار ڈالیں

دنگل کا نظّارہ

مقررہ مقام پر دنگل آراستہ ہوا - رعایا کے تمام عوام و خواص عورت مرد بچے
بوڑہے صفیں باندہ کر کہڑے ہو گئے - اور ایک طرف راجہ کنس اور اُس کے تمام امیر
تخت اور کرسیوں پر بیٹھ گئے - اور دوسری جانب راجہ کی سب رانیاں خیموں کے نیچے جمع ہو گئیں
وہیں - ایک رُخ واسدیو اور دیوکی بہی آنکر بیٹھ گئے - ان کی جان سناٹوں میں جا رہی تہی
کہ دیکھیئے تقدیر کیا کرشمہ دکہاتی ہے - کرشن اور بلرام کا کیا انجام ہوتا ہے - کلیجوں پر پہلے
ہی داغ پڑے ہوئے ہیں - پلی پلائی وہ جوان جہان جانیں کٹتی ہیں یا یہ بہی پہلے نونہالوں کی
طرح خونی سفاک کے ہاتھوں پامال ہوتی ہیں - اُدہر رعایا کے جتنے لوگ جمع ہوئے تہے

اُن کے دلوں کا بھی عجب حال تھا۔ ہر شخص وا سدیو اور دیوکی کو بیگناہ سمجھتا تھا۔ اور
راجہ کنس کی سفاکیوں سے بیزار تھا۔ ہر شخص کی یہ آرزو تھی کہ ہمارے دونوں شہزادے
جفاکار کی شرارتوں سے محفوظ رہیں۔ اور ان کا بال بیکا نہ ہو۔ مگر وہ جب دیکھتے۔ کہ
سامنے بڑے بڑے پہلوان ہیں۔ ملک کا تاجدار ہے۔ خون آشام ہتھیار ہیں۔ فوجوں
اور لشکروں کے پرے ہیں۔ تو ان کا کلیجہ دھڑکتا تھا۔ اور ان کے دلوں میں سنائے
آتے تھے کہ جنگل کے گوپ اور انہیں پلے ہوئے شہزادے کیونکر ان خوفناک طاقتوں کا
مقابلہ کر سکیں گے۔ اور کس طرح ان غریبوں کی جان بچے گی؟

غرض تمام دنگل میں ایک عجیب سناٹا اور دُھکڑ پکڑ کا عالم تھا۔ کہ اتنے میں دور
سے گرد نمودار ہوئی۔ اور آوازیں بلند ہوئیں کہ وہ آئے۔ وہ آئے۔ راجہ سے لیکر
پرجا تک سب کی نگاہیں غبار کی طرف اُٹھیں اور دلوں میں یہ دھڑکن شروع ہوئی کہ
امتحان کا وقت قریب آیا۔ خاک کا دامن چاک ہوا۔ گوپوں کا غول دنگل کے قریب پہنچا
تو دیکھا آگے آگے دو پری زاد پانچوں ہتھیاروں سے آراستہ چاندی صورتیں کمریں باندھے
ہوئے چلے آتے ہیں۔ یہ کرشن اور بلرام تھے۔ پیچھے پیچھے بڑھاپے کی دو مورتیں نند اور
جسودھا چلی آتی تھیں۔ جنہوں نے ان نور کے پتلوں کو گود میں پال پال کر اتنا بڑا کیا تھا۔
نند اور جسودھا کے پیچھے سب گوپ۔ مردوں۔ عورتوں اور لڑکوں لڑکیوں کا ہجوم تھا
جو اس امتحانی دنگل کی سیر دیکھنے اور اپنے کرشن کنہیا کی جان بچانے کو ساتھ آئے تھے۔

جوں ہی کرشن اور بلرام نے دنگل کے اندر پاؤں رکھا مجمع عوام سے خیر مقدم کے
نعرے بلند ہونے لگے۔ اور بے اختیار ہر شخص کی زبان پر اپنے شہزادوں کی جے آگئی
راجہ کنس یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور سُن رہا تھا۔ رعایا کے جوش ہمدردی کو مشاہدہ
کر کے وہ کوئلوں پر لوٹا جاتا تھا۔ اور کرشن اور بلرام کے دیکھنے سے اُسکی آنکھوں میں خون
اُترتا تھا۔ یکایک ایکطرف سے مست ہاتھی نکلکر بھاگا۔ اور سیدھا کرشن اور بلرام کی

پہلوانوں کا پچھڑنا تھا کہ پھر دنگل میں ایک غل مچا۔ اور "وہ مارا" "وہ مارا" کی آوازیں بلند ہوئیں۔ صفوں میں سے گوپ لڑکے دنگل کے اندر آ گئے۔ کرشن اور بلرام کو اُنہوں نے کندھوں پر چڑھا لیا۔ اور جوشِ خوشی میں ناچنے اور غل مچانے لگے۔ کنس نے جو یہ کیفیت دیکھی تو حکم دیا کہ ان لڑکوں کو باہر نکال دو۔ اور دوسری طرف جلّادوں کو اشارہ کیا کہ کرشن اور بلرام کے ماں باپ دیوکی اور وسدیو کو قتل گاہ لیجاؤ۔ اور فوراً دونوں کا سر قلم کردو۔ نیز یہ بھی حکم دیا کہ نند اور جسودھا کو گرفتار کرلو۔ مگر نہ کسی جلّاد نے اُس کا حکم مانا نہ کوئی فوجی افسر نند اور جسودھا کو گرفتار کرنے آگے بڑھا۔ کیونکہ اِن سب کے تو آپس میں پہلے ہی مشورہ اور سمجھوتا ہوچکا تھا۔

کنس حیرت سے اپنے درباری اور فوجی ملازموں کو دیکھ رہا تھا کہ آج اِنہیں کیا ہوگیا کہ میں حکم دیتا ہوں اور کوئی تعمیل نہیں کرتا۔ سب کانوں میں تیل ڈالے کھڑے ہیں۔ گویا کسی نے سُنا ہی نہیں۔ وہ سمجھ گیا کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ اور ان میں سازش ہوئی ہے۔ اُس نے سوچا کہ اب کچھ اور تدبیر کرنی چاہیئے۔ مگر ابھی کوئی تجویز بھی اُس کے دماغ میں نہ آئی تھی کہ شری کرشن دوڑ کر کنس کے تخت کی طرف گئے اور جھپٹ کر تخت پر چڑھ گئے۔ اور کنس کے سر کے بالوں کو پکڑ لیا اور اُنہیں کھینچ کر کنس کو تخت سے گھسیٹ لیا۔

کنس کا کام تمام

کیا خدا کی شان ہے کہ اجنبی لڑکا راجہ کے تخت پر چڑھ گیا۔ اُس کے بالوں کو پکڑا۔ اُنہیں جھٹکے دیئے۔ یہاں تک کہ اُسکو تخت سے زمین پر گھسیٹ لایا۔ مگر کسی اہلکار کی اتنی جرأت نہ کی کہ راجہ کو بچانے کا ارادہ کرتا۔ اور کرشن کے مقابلہ میں آتا۔ خود بیچارے کنس نے کرشن کا مقابلہ کیا۔ اور کچھ دیر اُن سے کشتی لڑی۔ مگر وقت آخر

آپہونچا تھا۔ اجل کا شکنجہ چکا تھا۔ کنس کی ہشت مُشت کام میں نہ آئی اور کرشن نے اُس کو پچھاڑ دیا۔ اور فوراً خنجر نکال کر سر تن سے جدا کر دیا۔ اور اُس اسیر ہوس نے خاک و خون میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر بڑی مشکل سے جان دی۔

آج اُس کنس کا کام تمام ہوا جس نے دنیا کی زندگی کو ابدی زندگی سمجھ رکھا تھا آج اُس موذی کا تاج خاک میں گر پڑا۔ جس نے حکومت دُنیا کی خاطر بہت سے بے گناہ معصوم بچے سر نازنین جسموں سے کاٹ کر خاک بسر کئے تھے۔ دیکھو۔ متھرا کا شہزور قوت والا۔ فوجوں اور ہتھیاروں کا مالک ہیرے جواہرات اور سونے چاندی کا بادشاہ ایک لوہے کے ٹکڑے سے ذبح ہو کر کیا مایوس سر کٹائے پڑا ہے۔ تخت کے نیچے زمین اُس کے ناپاک خون سے لال ہو رہی ہے۔ اُس کی آنکھیں آدھی کھُلی ہوئی ہیں۔ اور آدھی بند ہیں۔ اُس کے لمبے بال خاک اور خون سے لتھڑے ہوئے ہیں۔

جس لڑکے کا اُسکو خطرہ تھا وہ خوں بھری تلوار لیئے چُپ چاپ کھڑا مُسکرا رہا ہے اور کوئی طاقت اِس آزاد تبسم کو روکنے والی نہیں ہے ٭

جن امیروں نے کنس کا دماغ آسمان پر چڑھایا تھا آج اُسمیں سے ایک بھی آگے نہ بڑھا جو اپنے آقا کی جان بچاتا۔ جن لشکروں کے تجبر نے کنس کو فرعون بنایا تھا آج اُس سپاہ کی ایک تلوار بھی اسکی حمایت کے واسطے میان سے نہ نکلی۔ کیوں؟ اسواسطے کہ کنس کے ظلم نے خود کنس کو اندھا کر دیا تھا اور اُس کے تمام دوستوں اور حمایتوں کے دل تاریک کر دئے تھے جس دلمیں اندھیرا ہوتا ہے وہ وقت نازک پر جرأت وہمت کو بھول جاتا ہے جس دماغ میں حق تلفی اور کمزور آزاری کے نقش ہوتے ہیں وہ دماغ ایسے وقت میں کام نہیں آتا۔ اور اس سے سوچنے اور مناسب کام کرنیکی لیاقت جاتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کمبخت مارڈالا گیا۔ اور کسی نے اسکی پرسا نہ کی کوئی اس کے انتقام یا بچاؤ کے لئے جگہ سے نہ ہلا ٭

البتہ کنس کے آٹھ بھائی کرشن پر حملہ آور ہوئے۔ اور اُنہوں نے اپنے خونی بھائی کا بدلہ تلوار سے لینا چاہا۔ مگر یہ آٹھوں بھی کرشن۔ بلرام۔ اور اُن کے بعض حمائتی لوگوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ اور اِس طرح ایک پُرانے پاپی کا قصّہ تمام ہوا جس کی تمام ستم کاریاں ظہور سری کرشن کا موجب بنی تھیں۔

تخت کولات ماردی

جب کنس کا کام تمام ہو چکا اور اُسکی رانیوں نے نوحوں اور ماتم کی آوازوں کو بلند کیا۔ تو کنس کے ماں باپ ظالم بیٹے کی لاش پر آئے اور دیر تک ماتم کرتے رہے باوجود کنس کی ظلم کاریوں کے اسوقت ہر شخص کو ظالم کے انجام بد سے عبرت ہو رہی تھی۔ اور قتل گاہ کے حاضرین رنجیدہ اور غمگین نظر آتے تھے۔

ایک طرف تو رنج والم کا یہ نظارہ تہا۔ دوسری جانب سری کرشن کے والدین دیوکی اور واسدیو اپنے بچوں کی شاندار کارگزاریاں چپ چاپ کھڑے دیکھتے تھے اور دلہیں باغ باغ ہوتے تھے۔ جوں ہی سری کرشن قتل کنس سے فارغ ہوئے تو اپنے بھائی بلرام کو لیکر دوڑے اور ماں باپ کے قدموں پر جا کر گر پڑے اور آنکھیں اُنکے پیروں سے ملنے لگے۔ والدین نے اپنے نونہالوں کو اُٹھا کر چھاتی سے لگایا اور خوشی کا رونا روتے رہے۔

ایک ہی جگہ دو سین نظر آتے تھے۔ ایک رُخ بوڑھے ماں باپ اپنے بیٹے کی لاش پر کھڑے ہوئے آہ کے نعرے مارتے تھے اور زار و قطار روتے تھے اور مرنے والے کی رانیاں چھاتی پیٹ رہی تہیں۔ مُنہ نوچ رہی تہیں۔ اُس کے خوشامدی اولیا مچا رہے تھے۔ اور دوسری سمت مدتوں کے غمگین ماں باپ اپنے بچھڑے ہوئے دو لاڈلوں کو سینے سے لگائے خدا کا شکرانہ بھیج رہے تھے۔ کہ اُس نے مایوسوں کو

اور نا اُمیدوں کو خوشی کا یہ دن دکھایا اور ان کے پردیسی بچے ان ہی آنکھوں کے سامنے آئے ۔

یہ نظارے ہو چکے تو جادو نسل کے سب چھوٹے بڑے سری کرشن کے قدموں میں آ کر گر پڑے اور کہا "تاج و تخت حاضر ہے۔ اب آپ اس کی حفاظت کیجئے" برادری کے امراء کے علاوہ رعایا کے تمام منتخب لوگوں نے اور کنس کے بھی بڑے بڑے ہیروں نے اسکی تائید کی کہ آپ تاج و تخت قبول فرمائیے ۔ آپ کے سوا کوئی حقدار اس دولت کا نہیں ہے ۔

مگر سری کرشن دُنیا میں روپے پیسے کی بادشاہت کرنے نہیں آئے تھے ۔ خدا نے ان کو کسی اور کام کے لئے مامور کیا تھا۔ جو اس چندروزہ حکمرانی دنیا سے اعلیٰ تھا۔ اِسواسطے اُنھوں نے دنیاوی تاج و تخت کو لات ماردی اور ان سب لوگوں سے کہا۔ جو سری کرشن کو راجہ بنانے کی درخواست کر رہے تھے کہ "میں اس گدی کا حقدار نہیں ہوں۔ مَیں نے کنس کو اس لئے نہیں مارا کہ اُس گدی کا مالک بنجاؤں میری غرض یہ ہرگز نہیں تھی کہ ظالم لوگوں کی طرح تاج و تخت حاصل کرنے کے لئے ایک آدمی کا خون بہاؤں ۔ مَیں نے کنس کو اسکی مسلسل سفاکیوں کے عوض قتل کیا ہے ۔ میرا فرض یہ تھا کہ ایک پاپی ہستی کو دُنیا سے نابود کردوں ۔ دیکھو مجھے خدا نے قدرت دی کہ میں باوجود بے طاقت ہونے کے اُسپر غالب آیا ۔ اور اُس کا کام تمام کر دیا ۔

مَیں جانتا ہوں کہ متھرا کی حکومت میرے خاندان کا حق ہے اور کنس کے خاندان نے اس کو جبراً لے لیا تھا ۔ لیکن آج میں پُرانے قصّوں کو فراموش کرتا ہوں ۔ اور کہتا ہوں کہ حق تخت اُگرسین کا ہے ۔ جو کنس کا باپ ہے جسکو اُس کے ظالم اور حریص بیٹے نے معزول کر کے یہ تخت چھین لیا تھا ۔ آج میں اُگرسین سے درخواست کرتا ہوں

کہ وہ آئیں۔ اور اپنی ملکیت تاج و تخت کو حاصل کریں۔ میں انکی ویسی ہی تابعداری کروں گا۔ جیسے کہ اور سب میرے خاندان والے اطاعت و فرمانبرداری کرتے آئے ہیں۔

اگر سین نے کہا۔ "نہیں بابا میں اب بوڑھا ہوا مجھ میں سلطنت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ میری عین خواہش ہے کہ تم تخت پر بیٹھو۔ اور میں تمہارے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا رہوں"

سری کرشن بولے "نہیں ہرگز نہیں آپ ہم سب کے بڑے ہیں۔ آپ کے ہوتے ساتے ہم میں سے کسی کی یہ مجال نہیں ہو سکتی" یہ کہہ کر اگر سین کا ہاتھ پکڑا۔ اور تخت پر بٹھا دیا۔ اور تاج اُس کے سر پر رکھ کر تاجداری کے شادیانے بجوا دئے۔ اس کے بعد نہایت دھوم دھام اور عزت کے ساتھ کنس اور اس کے بھائیوں کی لاشیں اٹھوائیں اور شاہانہ ٹھاٹھ سے مرگھٹ میں لے جا کر اُن کو جلا دیا۔

گوپوں کی مایوسی

جب یہ سب کچھ ہو چکا تو نند اور جسودھا اور تمام گوپوں اور انکی مستورات گوپیوں نے سری کرشن سے پھر بندرابن چلنے کی خواہش کی جس کے جواب میں اُنہوں نے فرمایا "بس۔ اے میرے رفیقوں۔ اب وہ زمانہ ختم ہو گیا جس میں خدا نے مجھ کو تمہارے ساتھ رکھا تھا۔ میں جانور چرایا تھا جنگلوں میں کھڑے ہو کر بانسری بجاتا تھا اور تمہارے ساتھ رات دن کھیل کود اور ہنسی دل لگی میں مصروف رہتا تھا۔

اب دوسرا وقت آیا ہے۔ اب مجھے کچھ اور کام کرنے ہیں۔ میں تمہاری محبتوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے تمہاری ملنساریاں اور دلداریاں ساری عمر یاد رہیں گی مگر تم یہ توقع ہرگز نہ رکھو کہ کرشن اب پھر تم میں ہیگا یا تم اُسکے پاس رہوگے۔ اگر ملنا ہوگا بھی

بعض لوگوں کو اس سے اختلاف ہے کہ سری کرشن جی کے زمانہ میں کانشی (یعنی بنارس) میں علم وفن کی کوئی خوبی تھی وہ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ کانشی اُسوقت آباد ہی نہ تھا۔ مگر پورانوں میں یہ صاف طور سے درج ہے کہ سری کرشن جی نے کانشی میں تعلیم پائی ۔

بہرحال کہیں پڑھا ہو۔ مقام میں حجت بازی سے کیا حاصل اصل مقصود تو یہ ہے کہ ہلاکت کنس کے بعد متھرا کے باہر پردیس جاکر اُنہوں نے تعلیم حاصل کی۔ اور تمام علوم وفنون روحانی وجسمانی۔ رزمی و بزمی حد کمال تک اُنہوں نے سیکھے بعض لوگوں کا بیان ہے کہ (۶۴) دن میں اُنھوں نے سب کچھ سیکھ لیا۔ اور مہابھارت پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تعلیم میں دس برس مصروف رہے ۔

جس وقت وہ پڑھنے چلے تو اُنھوں نے اپنے ماں باپ واسدیو اور دیوکی سے اجازت حاصل کی۔ اور بندرابن میں نند اور جسودھا کو بھی پیام بھیجا۔ اور اُن سے رخصت منگوائی۔ اور تمام گوپ اور گوپیوں کو سلام پیام بھجوائے۔ اور جب تک تعلیم میں مصروف رہے برابر اپنے اصل والدین اور پالنے والے ماں باپ کے پاس خیریت نامے بھیجتے رہے ۔

متھرا پر ہولناک یورش

سری کرشن جی کے ماموں کنس کی شادی راجہ جراسندھ سے ہوئی تھی جو مگدھ کا شہنشاہ تھا۔ ملک [illegible] غالباً اودھ بہار و اُڑیسہ کے ممالک پر شامل ہوگا۔ اُسوقت ہندوستان میں راجہ جراسندھ سب سے بڑا طاقتور مانا جاتا تھا۔ اور سینکڑوں سورما راجوں کو اُس نے شکست دیکر اپنا قیدی بنا رکھا تھا۔ کنس کے غرور و تکبر کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ اُسکو اپنے خسر مہاراجہ جراسندھ کی قوت و شوکت کا گھمنڈ تھا

کیا تھا۔ خود کرشن جی کی بہن سوبھدرا کو کرشن جی کا شاگرد ارجن چرا کر لے گیا تھا۔
اور آگے جا کر معلوم ہوگا کہ خود کرشن جی نے ارجن کو خفیہ طور سے اس فعل کی اجازت
دی تھی۔ کیونکہ سری کرشن کے خاندان والے ارجن کو اپنی بیٹی دینے پر راضی نہ تھے
راجہ پرتھی راج کا بھی ایک واقعہ کتابوں میں مذکور ہے۔ کہ وہ بھی سنجوگتا
نامی لڑکی کو اسیطرح لے گئے تھے۔ اور "راکشس" رسم کے موافق اس سے
شادی کی تھی ؛

جن قوموں کے ہاں یہ رواج نہیں ہے اُن کو اس رسم پر تعجب ہوگا۔ بلکہ خود ہندو جنہوں
نے اپنی قدیمی روایتوں کو بھلا دیا ہے۔ آجکل اس رسم کو سُنکر کہیں گے کہ یہ بہت معیوب
رسم تھی۔ لیکن اگر وہ فلسفہ شادی پر غور کریں تو ان کو معلوم ہوگا کہ اِس میں عیب
اور خرابی کی کوئی بات نہیں ہے۔ شادی عورت مرد کی باہمی رضامندی کا نام ہے
جس کی تکمیل سوسائٹی اور برادری کے مجمع میں ہوتی ہے۔ لیکن اگر عورت کے وارث
عورت کی مرضی کے خلاف جبر کریں تو عورت کو قدرتاً حق حاصل ہے کہ وہ اپنے
پسندیدہ شوہر سے باختیار خود شادی کر لے۔ اور شوہر کو لازم ہے کہ اپنے بازو
کی قوت سے مخالفوں کو زک دیکر اُس عورت کو اُن سے چھین لے جو اُس کے ساتھ
زندگی بسر کرنا پسند کرتی ہے ؛

پس کرشن جی نے جو کچھ کیا اپنے زمانہ کے دستور کے موافق کیا۔ اور ہندو
فقہ کی اجازت سے کیا۔ غیر اقوام کو کچھ بھی حق نہیں ہے کہ جو کسی قوم کے رواج عام پر
زبانِ طعن کھولیں ؛

سری کرشن جی کی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں

کرشن جی کا نام مہابھارت کی مشہور لڑائی میں سورج اور چاند کی طرح جگہ جگہ چمکتا

نظر آتا ہے۔ مگر بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ مہابھارت سے پہلے ان کو اور بھی کئی معرکے پیش آئے ہیں۔ وشنو پران کے ۲۹ ویں ادھیائے میں ایک لڑائی کا ذکر ہے جس میں سری کرشن نے ملک آسام کے پایۂ تخت پراگ جیوتش پر حملہ کیا تھا۔ اس علاقہ کا راجہ بڑا ظالم تھا جسکا نام نرک تھا۔ یا تو اُس کا نام ہی نرک ہوگا۔ یا خلقت نے اُس کے مظالم کے سبب سے نرک (یعنی دوزخ) نام رکھ دیا ہوگا۔ راجہ نرک اپنی رعایا کی بیویوں اور لڑکیوں کو چھین چھین کر بہ نیت حرام کاری اپنے گھر میں ڈال لیتا تھا۔ اور انکا مال و متاع کو بھی ظلم و ستم سے غصب کر لیتا تھا۔

سری کرشن کی بہادری اور مظلوم نوازی کا غلغلہ پڑا تو آسام کے باشندے دوارکا میں سری کرشن کے پاس آئے اور اُن سے فریاد کی۔ سری کرشن ان بیکسوں کی مدد کے لئے تیار ہو گئے اور فوج لیکر آسام پہنچے۔ اور راجہ نرک سے بڑی خونریز لڑائی لڑی جسمیں راجہ کام آیا۔ اور اُس کے محل میں سے سولہ ہزار عورتیں نکلیں جنکو اس موذی نے قید کر رکھا تھا۔ اور سری کرشن کی بدولت ان بے زبانوں کو رہائی اور آزادی میسر آئی۔

وشنو پران میں ایک دوسری لڑائی کا حال اور لکھا ہے جو کرناٹک کے راجہ بان سے سری کرشن کی ہوئی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کرشن جی کا پوتا انی رودھ راجہ بان کی لڑکی اوشا پر عاشق ہو گیا تھا۔ اوشا کو اسکی خبر ہوئی تو اُس نے چھتری رسم کے موافق جس کا ذکر اوپر آیا ہے انی رودھ کو پیام بھیجا۔ کہ تو کرناٹک آکر مجھ کو چرا لے اور اپنے ساتھ لیجا۔ میرا باپ ہرگز تیرے ساتھ شادی نہ کرے گا۔ چنانچہ انی رودھ کرناٹک پہنچا۔ اور اوشا کی ترکیب کے موافق محلوں میں داخل ہو گیا۔ قریب تھا کہ اپنی معشوقہ اوشا کو لیکر باہر نکل جائے۔ کہ اتنے میں خبر کھل گئی اور راجہ بان نے اپنی بیٹی اوشا اور انی رودھ کو گرفتار کر لیا۔ اور قیدخانہ میں ڈال دیا۔

چونکہ راجہ بان کی یہ حرکت چھتری دستور کے خلاف تھی اور اُس سے ہندو شاستروں کے حکم کو پس پشت ڈال کر اپنی بیٹی کے پسندیدہ شوہر کو قید کیا تھا۔ اِس واسطے سری کرشن پر فرض ہوا کہ کرناٹک پر چڑھائی کریں۔ اور بان کو اُس شرارت کا مزہ چکھائیں چنانچہ سری کرشن اور بلرام فوجیں لیکر کرناٹک پر چڑھ گئے اور ایک مہیب مقابلہ کے بعد راجہ بان کو شکست دی اور اپنے پوتے انی رودھ کو اُس کے ہاتھ سے چھڑا کر دوارکا لے آئے*

وشنو پران میں ایک اور لڑائی کا حال بھی لکھا ہے۔ یہ جنگ بنارس کے راجہ پونڈر سے ہوئی تھی۔ اس راجہ نے یہ شرارت کی تھی کہ اپنا لقب واسدیو اختیار کیا تھا۔ اور ناظرین جانتے ہیں کہ واسدیو سری کرشن کے والد کا نام تھا۔ اور سری کرشن کو بھی واسدیو کے نام سے پکارتے تھے۔ اِس شیطنت کے علاوہ راجہ پونڈر نے سری کرشن کو ایک گستاخانہ خط بھی لکھا تھا جس میں اُن کو جلسا زادر مکار کے بیہودہ الفاظ سے یاد کیا گیا تھا۔ مگر آفرین ہے سری کرشن کے ضبط و تحمل کو کہ اُنہوں نے پونڈر کی تمام کمینہ حرکات کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور صبر کرکے چپ ہو گئے۔ اِسپر اس بدذات کو یہ جرأت ہوئی کہ دوارکا پر چڑھ آیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ سری کرشن کیلاش کی زیارت کو گئے ہوئے تھے۔ اُن کی عدم موجودگی میں راجہ پونڈر نے دوارکا پر شب خون مارا۔ سری کرشن جی کو خبر ہوئی تو وہ بھی گرجتے ہوئے ابر کی طرح اُٹھے چمکتی ہوئی بجلی کی طرح تلوار کھینچی۔ اور مسمار کرنے والے اولوں کی مانند راجہ پونڈر کی فوج کو تہس نہس کر کے کھدیڑا خبیث پونڈر بھی اسی لڑائی میں جہنم رسید ہوا*

کوروپانچال

مہابھارت کا نام سنا ہوگا۔ یہ ہندوستان کی سب سے بڑی اور مشہور

کیونکہ پانڈو کے بیٹے حکومت کے حقدار تھے - اور دریودہن کو خواہش سلطنت کا کوئی حق حاصل نہ تہا - مگر پانڈو کے پانچوں لڑکوں نے اپنے بزرگ چچا کا کہنا مانا - اور ترک وطن پر تیار ہوگئے - اور پانچوں میں سے ایک نے بہی یہ نہ کہا کہ اگر آپ کو نکالنا ہے اور فتنہ وفساد روکنا ہے تو اپنے بیٹے دریودہن کو نکالیئے - ہم اپنے باپ کے تخت کے وارث ہیں - ہم کیوں جلاوطن ہوں ؟ مگر نہیں وہ پانچوں اپنے بڑوں کے اطاعت گزار اور نیک خیال لڑکے تھے - چچا کا حکم ملتے ہی ورن وراٹ کو چلے گئے -

شہر " ورن وراٹ " شاید میرٹھ کے پاس ہوگا - یا میرٹھ ہی کا نام ورن وراٹ ہو کیونکہ آگے جاکر جس محل کا ذکر آئے گا اُس محل کے کھنڈرات اب تک ضلع میرٹھ میں موجود ہیں - اور میں نے اُن کو دیکھا ہے -

جب پانڈو کے پانچوں لڑکے ترک وطن پر آمادہ ہوگئے تو دریودہن نے اپنے ایک محرم راز امیر کو جس کا نام پروچن تہا - آگے بھیجدیا - اور کہہ دیا کہ جو محل یدہشٹر اور اُس کے بہائیوں کے لیئے تیار کیا جائے اُسمیں لاکھ اور چند دیگر ایسے مصالحے لگائے جائیں جسکو آگ جلدی پکڑ لیتی ہے - اور وہ فوراً مشتعل ہوجاتے ہیں - تاکہ جب پانڈو زادے اس محل میں جاکر آباد ہوں تو ایک دن بےخبری میں رات کے وقت محل میں آگ لگادی جائے اور یہ پانچوں اُس میں جلکر خاک ہوجائیں *

دریودہن اور پروچن کی اِس سازش کا حال یدہشٹر کے دوسرے چچا ودُر کو معلوم ہوگیا اور اُس نے اپنے پانچوں بھتیجوں کو اسکی خبر دیدی - چنانچہ یہ پانچوں بھائی - آگ لگنے سے پہلے محل کو چھوڑ کر بھاگ گئے - جب آگ لگائی گئی تو اُنہیں کچھ نقصان نہ پہنچا - اور محل جلکر ڈہیر ہوگیا - محل سے نکلکر ان پانچوں نے برہمنوں کا بھیس بدل لیا اور جنگل جنگل پھرنے لگے - تاکہ ان کا بہائی دریودہن کوئی اور شرارت جان لینے کی نہ کرے *

معلوم ہوتا ہے کہ اِس ٹیلے کے اندر پُرانے زمانہ کی یہ عجیب وغریب اینٹیں دبی پڑی ہوں گی۔ اور خبر نہیں اور کیا کیا اِس میں مخفی ہوگا۔ ہندوؤں سے کون کہے کہ اپنے اِس تاریخی ٹیلے کو کھدوا کر دیکھو۔ اور اپنے آثار قدیم کی حفاظت پر متوجہ ہو اِن کو آج کل نیا آدمی بننے کا شوق زیادہ ہے۔ پُرانی چیزوں سے تو وہ نفرت کرتے جاتے ہیں ؂

یہی وہ "لاکھا منڈپ" ہے جو دہرت راشٹر نے اپنے بھتیجوں کے واسطے بنوایا تھا۔ اور یہ ہی وہ لاکھی قلعہ ہے جس میں دریودہن نے اپنے چچا زاد بھائیوں کی ہلاکت کے لئے آتشگیر مادے رکھوائے تھے۔ اور ان میں آگ لگوائی تھی۔

تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس مقام پر سری کرشن بھی آئے ہیں۔ کیونکہ جب ان کی پھوپی رانی کنتی راجہ پانڈو کی بیوی ارجن وغیرہ کی والدہ یہاں رہتی تھیں۔ اور ایک دفعہ اُنھوں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک گنگا کے درشن نہ کروں گی (یعنی گنگا کو بہتا ہوا اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لوں گی) اُس وقت تک دانہ پانی نہیں کھانے پینے کی۔ کرشن جی نے ایک بان (ایک قسم کا آتشی ہتھیار) اپنی باطنی طاقت سے پھینکا اور اُس بان نے زمین کو چیر کر گنگا کی لہر نمودار کر دی۔ جس کے دیکھنے سے رانی کنتی کی قسم پوری ہوئی۔ یہ مقام "بان گنگا" کے نام سے مشہور ہے۔ اور لاکھا منڈپ سے دو ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ہندو وہاں جا کر اشنان کرتے ہیں۔ میں نے بھی اسکو موقع پر جا کر دیکھا تھا۔

دروپدی کی شادی

میں نے ابھی لکھا ہے کہ کورو اور پانچال دو قومیں تھیں۔ کوروں کا حال تو سن لیا جو بھیو، پانڈو اور اُس کے پانچوں بیٹے اور دہرت راشٹر اور دریودہن تھے۔

ٹھنڈا پانی بنکر پڑے۔ اور دم کے دم میں اُسکو بجھا ٹھنڈا کر دیا۔ تمام دربار نے
دروپدی کے باپ سمیت سر جھکا دیا۔ اور درُوپدی کی شادی ارجن سے ہوگئی ؂

سری کرشن کا وقار واقتدار

اب یہاں یہ بات ذرا سوچنے اور غور کرنے کی ہے کہ جو آریہ سماجی سری کرشن جی
کو محض دُنیا کا آدمی سمجھتے ہیں اور اُن کی مذہبی عظمت و برتری تسلیم نہیں کرتے اُن کی
خیال میں سری کرشن ایک بڑے مدبّر اور ایک نہایت دانا و ہوشیار راجہ
تھے۔ روحانی یا مذہبی شان اُن میں کچھ نہ تھی۔ تو کیا موجودہ واقعہ میں یہ دشواری پیش
نہ آئے گی کہ اتنے بڑے دربار میں جہاں سری کرشن جی کے مُلک سے اٹھ گنے اور دس
گُنے بڑے بڑے مُلکوں کے راجہ اور سری کرشن کی عمر سے بہت زیادہ بڑی
بڑی عمروں کے مہاراجہ موجود تھے جن میں سری کرشن کی عقل سے زیادہ عقل
تھی۔ سری کرشن کے علم سے زیادہ علم تھا۔ سری کرشن کے فنون حرب سے زیادہ
لڑائی کے فنون جانتے تھے پھر کیا وجہ ہوئی جو اُنہوں نے نوجوان لڑکے کا کہنا مان لیا۔
اور ایسے معاملہ میں مان لیا جو اُن کے خیال میں عزت و ناموس کا معاملہ تھا جیس
کے لیئے وہ لوگ اور آج تک اُن کی اولاد مسمی یہ راجپوت جانوں کو کھو دینا کچھ بڑی
بات نہیں سمجھتی۔ اِس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ سری کرشن کی کوئی مذہبی عظمت
ان لوگوں کے دل میں ضرور تھی۔ اس کے بغیر وہ ہرگز سری کرشن کا کہنا نہ مانتے
اور ایک مجہول الحال بھکاری نما برہمن کو اپنی بیٹی نہ دیتے۔ آگے جا کر اسی قسم کا
ایک اور واقعہ آئے گا۔ جہاں بھیشم پتا ماجیسے مرد اعظم نے اس کا اظہار کیا ہے
کہ میں سری کرشن کی پوجا کرتا ہوں۔ اور بھی چند واقعات ہیں جنکا ذکر آگے جا کر
آئیگا۔ اِن سب سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں کرشن جی کی شہرت اور عزت عقلمند

اور فنون حرب کی واقفیت کے سبب نہ تھی کیونکہ ان سے اس قسم کا کوئی بڑا کام اس وقت تک ظاہر نہیں ہوا تھا۔ بلکہ محض روحانی اعتبار سے عام خلقت اور ملک کے راجہ مہاراجہ ان کو اوتار اور پیشوائے اعظم سمجھنے لگے تھے۔ چونکہ آریہ سماج والوں کو مسئلہ اوتار سے انکار ہے۔ اس واسطے وہ سرے سے کرشن جی کی مذہبی عظمت ہی کا انکار کر دیتے ہیں۔ چنانچہ لالہ لاجپت رائے صاحب نے اس پر اپنی کتاب میں بہت کچھ لکھا ہے۔ موقعہ ہوا تو ان کی تحریر پر یا تو اسی کتاب میں یا اس کے دوسرے حصہ میں ایک مفصل ریویو کر کے دکھاؤں گا۔ کہ سری کرشن ضرور ایک مذہبی آدمی تھے۔ اور ہندوؤں کو ان کی عظمت ایک دینی پیشوا کی طرح سے کرنی چاہیئے ٭

دروپدی کے پانچ خاوند

بیان کیا جاتا ہے کہ اگرچہ دروپدی کو جیتنے والا ارجن تھا مگر اُس کے خاوند پانچوں بھائی ہوئے۔ اور اُنہوں نے اپنے آپس میں فیصلہ کر لیا کہ ایک ایک رات ہر بھائی دروپدی کے پاس رہے۔ یہ بیان ایسے وثوق سے ہوتا ہے کہ کوئی ہندو اس کا انکار نہیں کرتا ٭

میرے خیال میں اس میں بڑی غلط فہمی ہوئی ہے۔ چونکہ ان پانچوں بھائیوں کے آپس میں از حد محبت تھی خصوصاً چاروں بھائی اپنے بڑے بھائی یدھشٹر کی بہت تعظیم و عزت کرتے تھے۔ اِس واسطے اُنہوں نے اجنبیت اور غیریت کو دور کرنے کے لیئے یہ سمجھوتا کر لیا ہو گا کہ ارجن کی بیوی سے دیوروں اور جیٹھوں کا سا برتاؤ نہ کیا جائے کیونکہ ہندوؤں کے ہاں عورتیں جیٹھ اور دیور کا بہت لحاظ کرتی ہیں۔ اور شرم و حیا سے نہ اُن کے سامنے بات چیت کرتی ہیں نہ چلتی پھرتی ہیں جس کے سبب بعض اوقات نہایت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ اور خانہ داری کے کاروبار میں

ارجن کی دوسری شادی

جب اندرپرست آباد ہوچکا تو سری کرشن اپنے وطن دوارکا کو چلے گئے اور کچھ دن کے بعد ارجن اپنے گرو کی زیارت کرنے دوارکا پہنچا۔ سری کرشن اور اُن کے خاندان والوں نے ارجن کی خوب خاطرداریاں کیں اور مہماں نوازی کا کوئی حق باقی نہ چھوڑا۔

ارجن ابھی دوارکا میں ٹھیرا ہوا تھا کہ دوارکا کے پاس ایک پہاڑی پر کوئی میلا لگا جس میں دوارکا کے سب باشندے جمع ہوئے۔ ارجن اور سری کرشن بھی آگئے وہاں سری کرشن کی سگی بہن سوبھدرا میلے کی سیر کرتی ہوئی ارجن کو نظر آگئی۔ سوبھدرا نہایت حسین اور مہ جبین لڑکی تھی۔ ظاہر ہے جس کا بھائی کرشن ہو وہ کیسی قبول صورت عورت ہوگی۔ ارجن سوبھدرا کو دیکھتے ہی دل و جان سے فدا ہو گیا اور اُس کے چہرے پر بیتابانہ ازخود رفتگی کے آثار دیکھ کر سری کرشن جی سمجھ گئے کہ اس کا جی سوبھدرا پر آیا ہے۔ اُنہوں نے خود ہی مسکرا کر فرمایا۔ کہ "جو سپاہی ان رات جنگلوں میں پھرنے اور میدانوں میں تلوار چلانے کو پیدا ہوا ہو اُسکو عشق سے کیا سروکار ہے؟

ارجن کو معلوم نہ تھا کہ یہ لڑکی کرشن جی کی بہن ہے اِس واسطے اس نے بےتکلفی سے کہہ دیا کہ میں اُس لڑکی پر مُبتلا ہوگیا ہوں جو ابھی سامنے سے گزری تھی۔ سری کرشن پھر مسکرائے اور فرمایا کہ "وہ میری بہن ہے" ارجن یہ سُنکر جھیپ گیا۔ اور گردن جھکالی۔ تو سری کرشن نے فرمایا کہ "اے ارجن مجھے تو کچھ بھی عذر اس میں نہیں ہے کہ اپنی بہن کے ساتھ تیری شادی کر دوں۔ کیونکہ تو بڑا بہادر اور ہر اعتبار سے لائق نوجوان ہے۔ اور رشتہ کہنے میں جن خوبیوں کو

دیکھا جاتا ہے وہ سب تجھ میں موجود ہیں۔ مگر یہ میرے بھائی بند اور خاندان والے
اِس قدر ضدی ہیں کہ وہ ہرگز تجھ کو قبول نہیں کرینگے خواہ میں اُن کو کتنا ہی سمجھاؤں
اُمید نہیں پڑتی کہ وہ مانیں۔ اَب سوائے اِس کے کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ کہ تو چھتریوں
کی راکشس رسم کے موافق سوبھدرا کو چُرالے اور چپکے سے بھگا کر لیجا۔ اور اندر
پرست" پہونچکر "راکشس" ریت کے موافق اُس سے شادی کرلے ارجن
اِس تجویز پر آمادہ ہوگیا۔ اور ایک دن سوبھدرا کو دوارکا سے لیکر بھاگ نکلا
جب ارجن بھاگ چکا تو جادو قوم کو خبر ملی اور اُس نے سنکھ بجایا۔ فوراً تمام لڑنیوالے
جوان ہتھیار لیکر جمع ہوگئے۔ اور اُنہوں نے کہا ارجن نے ہماری ناک کاٹ ڈالی
ہمیں خبر نہ تھی کہ جس شخص کے ساتھ ہم ایسی خاطرداری کا برتاؤ کر رہے ہیں وہ ہماری
آبرو کا لیوا ہوگا۔ اور ہماری لڑکی کو بھگا کر لیجائے گا۔ فوراً چلو اور ارجن سے اپنی بیٹی
کو چھڑا لاؤ۔ اور اُس کو ایسا مزہ چکھاؤ کہ ساری عمر یاد رکھے کہ جادو قوم بے غیرت
اور بزدل نہیں ہے ٭

غرض ہر شخص اپنے جوش اور غصہ کو ظاہر کرنے کے لئے تلوار چمکا کر دھواں دھار
تقریر کرتا تھا مگر سری کرشن چپ چاپ کھڑے مُسکراتے تھے۔ جب لوگوں نے
دیکھا کہ سری کرشن کچھ نہیں بولتے تو کرشن جی کے بھائی بلرام آگے بڑھے اور غصہ
سے بیتاب ہوکر بولے "اے کرشن تم کیوں چپ ہو؟ تم کیوں نہیں بولتے؟ تمہاری
ہی وجہ سے ہم نے ارجن کی ایسی خاطرداری کی تھی۔ مگر اُس نے اِس کمینی
حرکت سے ثابت کیا کہ وہ ہرگز اِس مدارات کے قابل نہ تھا۔ اُس نے تو ہمارے سر کے
اوپر اپنا پاؤں رکھ دیا۔ اُس نے تو ایسی بات کی جس نے ہمارے خاندان کی عزت
کو خاک میں ملا دیا۔ ہم ہرگز صبر نہیں کرسکتے۔ ہم بدلہ لیں گے ہم تلواروں سے
کورو خاندان کا ستیاناس کر دینگے۔ اور ایک بچہ بھی اِس قوم کا زمین پر جیتا نہ چھوڑینگے۔

۵ ایک برہمن کی لڑکی اور جرم زنا کے

اے کرشن ہمارے جسم میں جادو نسل کا خون ہے وہ مار رہا ہے۔ اور انتقام انتقام کی آواز دے رہا ہے۔ تم بھی بولو۔ تم بھی بڑھو۔ تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ ہم اندر پرست کی زمین کو اُکھاڑ کر سمندر میں پھینک دینگے۔ اور دنیا کو دکھا دینگے کہ جادو قوم ناموس کی خاطر کیا کیا کچھ کر سکتی ہے"

بھائی کو بُری طرح بپھرا ہوا دیکھ کر سری کرشن پھر مسکرائے اور بولے "اے بھائی اور اے بھائیو! ارجن نے ہماری بے عزتی نہیں کی۔ وہ جانتا تھا کہ ہمارے خاندان میں عیوض لیکر لڑکی دینا بڑے عیب کی بات ہے۔ اس واسطے وہ اپنی دولت اور حکومت کے عیوض تم سے لڑکی نہیں مانگ سکتا تھا۔ نہ اُسکی بہادری اور عزت و شان اسکو گوارا کر سکتی تھی کہ ایک لڑکی کے لئے بلا معاوضہ تمہارے آگے ہاتھ پھیلاتا اور کنیادان مانگتا۔ اس لئے اُس نے تم چھتریوں کی مروجہ چال چلی۔ وہ تمہاری لڑکی کو چھُپا کر لے گیا بے شک سُوبھدرا تمہاری آبرو والی اور نامور لڑکی ہے مگر ارجن بھی گم نام اور کوئی کم ذات نوجوان نہیں ہے۔ وہ ایک شاہی نسل کا لایق فرزند ہے۔ وہ ایک ایسا بہادر آدمی ہے جس کا ثانی آج ساری زمین پر مجھ کو کوئی نظر نہیں آتا۔ یہ تم کو معلوم ہے کہ تمہاری لڑکی کی عصمت شادی تک محفوظ رہیگی اور اُس میں خیانت نہیں ہوگی۔ کیونکہ شریف شہزادے جنہوں نے لڑکیوں کو اس طریق سے بھگایا ہے۔ شادی کی رسم ادا ہوئے بغیر کبھی کسی عورت کی آبرو ریزی نہیں کیا کرتے۔ ارجن نے بھی ہرگز ایسا نہ کیا ہوگا۔ کیونکہ وہ بھی ایک شریف راجکنور ہے۔ اور "راکشس" رسم کے بعد دہرم کی رو سے اسکو ہر طرح کا اختیار ہے۔ اور پھر اس میں کوئی بے عزتی کی بات باقی نہیں رہتی ❊

پس میری رائے یہ ہے کہ فتنہ فساد کا ارادہ چھوڑ دو۔ ارجن سے مقابلہ کرنا آسان نہیں ہے۔ تم اسپر ہرگز فتح نہیں پا سکتے۔ جاؤ اور خوشی خوشی اُسکو واپس بُلا لاؤ اور

کیا جواب دینگے؟ حالانکہ اِن کا دعویٰ ہے کہ سری کرشن کی ساری زندگی میں کوئی واقعہ ایسا نہیں معلوم ہوتا جس سے یہ ثبوت بہم پہونچے کہ سری کرشن مذہبی آدمی تھے جناب لالہ راجپت رائے صاحب نے اپنی کتاب "لائف سری کرشن" میں اِس بات کو بہت زور دے کر لکھا ہے کہ سری کرشن کی ساری زندگی میں مذہبی پیشوائی کی کوئی بات نظر نہیں آتی۔ مگر آج جبکہ اندر پرست کے دروازے کے سامنے بڑے بڑے عالم برہمن۔ بڑے بڑے ملکی و فوجی افسر بڑے بڑے راجہ مہاراجہ سری کرشن کے قدموں میں سر جھکا رہے ہیں اور کتاب "مہابھارت" تاریخی زبان میں اُسکی گواہی دے رہی ہے تو کیا اب بھی سری کرشن کے پیشوائے دین ہونے میں کچھ شک باقی رہ جائے گا؟

کیا دُنیادار سمدھیوں کی خاطریوں ہی ہوا کرتی ہے۔ کہ علماء اور برہمن بھی اُن کے قدموں پر اپنا سر رکھدیں۔ حاشا و کلاّ ہندوؤں کے برہمن اگلے زمانہ میں بڑی عزت رکھتے تھے۔ اور کسی دُنیادار کے آگے اُن کا سر نہ جھکتا تھا۔ یہ سری کرشن کی مذہبی بزرگی تھی جسکے آگے برہمن بھی جُھک گئے"۔

جراسندھ کی ہلاکت

کرشن جی اپنی بہن کا جہیز لیکر "اندرپرست" میں آئے تو یہاں اُنہوں نے کچھ مدت قیام فرمایا۔ اور اُن کی امداد سے ارجن اور اُس کے بھائیوں نے "کھانڈو پرست" کی تمام وحشی اور جنگجو اقوام کو مسخر کر لیا۔ یہ قومیں وہ تہیں جنکو فتح کرنے کی آج تک کسی ہندو راجہ کو ہمت نہ ہوئی تھی کیونکہ یہ اقوام تعداد میں بہت زیادہ تہیں اور نہایت سرفروش اور جانباز سمجھی جاتی تہیں۔ اور سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ انکا قیام ایسے گھنے جنگلوں میں تھا جہاں کوئی شائستہ اور شہری آدمی بحالت امن بھی

نہ جا سکتا تھا لڑتے جانا تو شے دیگر ہے۔ مگر سری کرشن کی تدبیروں اور عاقلانہ خوش انتظامیوں کی بدولت پہلے خاروار جنگل اور بن کاٹے گئے اور اُس کے بعد اُن ٹڈی دل اقوام سے معرکہ آرائی ہوئی جس سے تمام دیوزاد فرقے ارجن اور ان کے بھائیوں کے مفتوح اور محکوم ہوگئے ۔

یہ ایک ایسی فتح تھی جس نے پانڈوزادوں کی دھاک سارے ہندوستان پر بٹھا دی۔ بڑے بڑے راجہ مہاراجہ پانڈو کے پانچوں بیٹوں کے نام سے تھرانے لگے۔ کیونکہ ان کی سی فتوحات اور ایسی فوری فتوحات آجتک کسی بڑے سے بڑے راجہ کو بھی نصیب نہ ہوئی تھیں۔ راجگان ہند کے مرعوب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سری کرشن جیسا عاقل و فرزانہ اور پیشوائے دین ان بھائیوں کا پشت پناہ تھا۔ یہ پانچوں بھائی سری کرشن کے پھوپی زاد بھائی ہوتے تھے لیکن اِس قرابت کے علاوہ سری کرشن کے ساتھ اِن پانچوں کو ایسی عقیدت تھی اور اس قدر نیازمندی کے ساتھ پیش آتے تھے کہ سری کرشن بھی ان پانچوں سے زیادہ کسی سے محبت نہ رکھتے تھے ۔

ان فتوحات سے یہی فائدہ نہیں ہوا کہ پانڈو کے لڑکوں کو بڑا وسیع ملک مل گیا۔ بلکہ مفاد سب سے بڑھ کر حاصل ہوا کہ مفتوح اقوام سری کرشن کی تدبیر سے پسران پانڈو کی مطیع اور فرمانبردار ہوگئیں۔ اور ان کو بنا بنایا ایک عظیم الشان لشکر مل گیا۔ ان ہی مفتوح اقوام میں مایا نام ایک بڑا مشہور انجنیر تھا جس کو فن تعمیر میں بڑی مہارت تھی۔ اور وہ ایسے عجیب و غریب مکان بنانے جانتا تھا جسکی نظیر ہندوستان بھر میں کہیں نہ ملے ۔

جب مایا کی جاں بخشی کی گئی تو اُس نے بطور شکرگذاری کے پسران پانڈو سے عرض کیا " آپ نے میری جان کو امان دی ہے تو میں اُسکی یادگار میں ایک ایسا مکان

نہیں لڑوں گا۔ جس میں بے گناہ سپاہیوں کی خونریزی ہو۔ میرا ارادہ تو یہ ہے کہ میں ارجن اور بھیم تین آدمی جراسندھ کے پاس جائیں اور تنہا اُس سے مقابلہ کریں۔

یدہشٹر نے کہا "تم تین آدمی اتنے بڑے خونی راجہ کا مقابلہ کیونکر کرسکوگے جس کے پاس بیشمار فوجیں ہیں" سری کرشن بولے "تمہیں اِس سے کچھ سروکار نہیں سکو میں خود سمجھ لوں گا۔ میرے ساتھ فقط ارجن اور بھیم کو بھیجدو" یدہشٹر نے کہا "مجھے کچھ عذر نہیں ہے۔ شوق سے یہ دونوں آپ کے ساتھ جائیں" سری کرشن نے جب یدہشٹر کی اجازت حاصل کرلی تو ارجن اور بھیم کو تارک الدنیا برہمنوں کا سا لباس پہنایا اور خود بھی ویسے ہی کپڑے پہن لیئے اور اندرپرست سے روانہ ہوکر جراسندھ کے پایۂ تخت میں پہونچ گئے۔ شہر کے دروازے کے قریب جاکر سری کرشن نے فرمایا "ہم اِس دروازے میں سے داخل نہیں ہونگے۔ ورنہ ہم پر امن کی ذمہ داری عاید ہوجائے گی۔ اور ہم گویا جراسندھ کے زیرسایہ بنجائیں گے پاس واسطے شہر کے اندر حریف اور غنیم کی طرح جانا چاہیئے۔ کہ بہادر لوگ کبھی قاعدہ انصاف سے اِدہر اُدہر نہیں ہوا کرتے" ارجن اور بھیم نے سری کرشن کی رائے پسند کی اور اُنہوں نے شہر کی فصیل کا ایک چکر لگایا۔ ایک مقام پر ان کو ایک اونچی پہاڑی سی نظر آئی جو فصیل سے لگی ہوئی تھی یہ اُس پہاڑی پر چڑہے اور وہاں سے فصیل پر اُترے اور پھر شہر کے اندر کود گئے۔ لباس ان کا برہمنوں کا تھا۔ مگر چھتریوں کی شل پھولوں کے کنٹھے گلے میں ڈال رکھے تھے اور جسم پر عطر ملا ہوا تہا۔ یہ سیدہے جراسندھ کے گھر پہونچے اور دربانوں سے کہا "ہم راجہ سے ملنا چاہتے ہیں"۔

چونکہ اُس وقت کے سب راجہ فقیر اور برہمن کی عزت اور مہمان نوازی اپنا فرض

گناہوں اور جہالتوں میں مبتلا تھے۔ ان میں خوبیاں تھوڑی تھیں اور خرابیاں زیادہ۔ ان کا غرور۔ ان کا گھمنڈ۔ ان کی دل آزاریاں۔ سفاکیاں اور مکاریاں حد سے بڑھ گئیں تھیں۔ اور خدا تعالیٰ چاہتا تھا کہ ان کی سرکشی کو خود ان ہی کے ہاتھوں پامال کرے۔ اُسکو منظور تھا کہ اُن ہی تلواروں سے جو مظلوموں کے گلوں پر ہندوستان کے جفاکار ظالم پھیرتے تھے خود ان ہی کے ہاتھوں ذبح کرائے اور دکھائے کہ خدا بیرحمی حق تلفی اور غرور و تکبر کو پسند نہیں کرتا۔ اور جب کوئی قوم حد سے بڑھنا چاہتی ہے تو اُسپر اپنا عذاب نازل کرتا ہے۔ اور عذاب کی ایسی ہی صورتیں ہوا کرتی ہیں جیسی اس وقت ہندوستان کو پیش آئیں ؛

سری کرشن کی ذات درحقیقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ظالموں کی بربادی اور تباہی کے لیئے مامور ہوئی تھی۔ اور ساری زندگی اُنہوں نے خدا کی مقرر کردہ خدمت انجام دی۔ شروع میں کنس ان کے ہاتھ سے غارت ہوا پھر جراسندھ کی ہستی پامال ہوئی۔ اس کے بعد دریودھن کی نوبت آئی جو اس وقت ہندوستان کا سب سے بڑا پاپی اور گنہگار آدمی تھا۔ اور جس کے اثر سے بے شمار انسانوں میں گنہگاری کا شوق ترقی کر رہا تھا ؛

سری کرشن کے جلوۂ حرب کو متھرا میں دیکھ چکے جراسندھ کے مقتل میں سیر کر لی۔ اب آؤ ذرا دریودھن کا معرکہ بھی دیکھو۔ اور اُس عظیم الشان لڑائی کا حال پڑھو جس کا نام "مہابھارت" ہے۔ اور جس کی شہرت سری کرشن کے قدموں سے لگی ہوئی قیامت تک برقرار رہیگی۔

میں نے اِس بیتی کا عنوان "نور کا تلاطم" یا "روشنی کا بھونچال" اِسی واسطے رکھا ہے کہ سری کرشن جی کی زندگی کا یہ حصّہ عجب پُر اسرار اور تلاطم خیز زمانہ تھا۔ اسی بیتی میں سری کرشن کے تمام بڑے بڑے کارنامے ہیں۔ اسی بیتی میں اُس لیکچر کے اُس اپدیش

خاطر داری کے واسطے لازمی اور ضروری تھیں۔ ملک ملک کے راجاؤں کو ایلچی بھیجے گئے اور "اندر پرست" کی آرائش ہونے لگی۔

مقررہ وقت پر یدہشٹر کے چچا دہرت راشٹر بھیشم۔ ودُر اور تمام بھائی بند درون دریودھن کرن وغیرہ آگئے۔ باہر کے مہمانوں میں ہندوستان کا کوئی راجہ باقی نہ رہا دراوڑ اور سنگھالے کے راجہ کشمیر کے راجہ۔ بنگالے کے راجہ۔ مالوے اور سندھ کے راجہ۔ سب ہی اس جلسہ کی شرکت کے لئے جمع ہوئے۔ اور کوئی ممتاز و ذی حیثیت حکمران ہندوستان کا باقی نہ رہا جو یدہشٹر کے "راج سو یگ" میں شریک نہ ہوا ہو۔

جس وقت تمام دربار آراستہ ہو چکا دینی سردار اور دنیا وی سردار اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ چکے تو بھیشم پتامانے یہ تقریر کی۔

"اے یدہشٹر سب سامان مکمل ہو چکا اب "یگ" کی رسمیں شروع کرنی چاہئیں اور وہ یہ ہیں کہ سب سے پہلے تو اس شخص کے سامنے "ارگھ" پیش کر جو اس تمام جلسہ میں سب سے زیادہ عزت کا مستحق ہو "ارگھ" چند اشیا کے مجموعہ کا نام تھا جنہیں برادہ صندل پھول اور سبزی وغیرہ چیزیں ہوتی تھیں جس کو بطور نذر کے پیش کیا جاتا تھا اُس کے بعد "ہون" کرنے والے پنڈتوں کے سامنے۔ پھر سمدھیوں کے آگے پھر تارک الدنیا برہمنوں کے آگے۔ اُسکے بعد دوستوں کے سامنے اور راجاؤں کے سامنے یدہشٹر نے پوچھا کہ اے دادا تمہیں بتاؤ کہ اِس جلسہ میں کون ایسا شخص ہے جس کو تمام دربار کے حاضرین پر فوقیت دی جائے۔ اور "ارگھ" پہلے میں اُس کے سامنے پیش کروں"۔

بھیشم پتامانے کہا سری کرشن کے سوا کوئی شخص سب سے بڑے درجہ والا یہاں موجود نہیں ہے۔ تو ان ہی کے آگے پہلے "ارگھ" "پیش کر" یہ فیصلہ سُنکر یدہشٹر

کھڑا ہو گیا اور تمام دربار نے آوازیں دیں بہت خوب بہت اچھا۔ گویا ہر شخص نے
بھیشم پتاما کی تائید کی۔ اور سری کرشن کو اس برتر عزت کے لیے تسلیم کیا۔ مگر سری
کرشن کا پھوپی زاد بھائی۔ راجہ ششوپال والیے چیدی جو راجہ جراسندھ کا سپہ سالار
تھا۔ اور سری کرشن سے جس کی بہت سی لڑائیاں ہو چکی تھیں اور جس کی منگیتر
رانی رکمنی کو سری کرشن چھین لائے تھے بگڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اور بھیشم و کرشن کو
برا بھلا کہنے لگا۔

ششوپال نے کہا "مجھے بھیشم کی رائے سے اختلاف ہے۔ کرشن ہرگز
اس درجہ اور رتبہ کا نہیں ہے۔ جیسا کہ بھیشم نے اسکو سمجھا اور کہا۔ اگر عمر کے اعتبار
سے دیکھا جائے تو خود کرشن کا باپ واسدیو یہاں موجود ہے۔ راجہ دہرت راشٹر
راجہ درو پد۔ بھیشم پتاما جیسے بڑی عمر کے لوگ حاضر ہیں اگر علم و فن کی حیثیت دیکھی
ہے تو درون اچاریا۔ کرپا۔ اشو تھاما اور بہت بڑے بڑے علما موجود ہیں۔ اگر
جنگجو اور بڑے راجاؤں کو دیکھنا ہے تو کرشن سے کہیں زیادہ بڑے بڑے راجہ
بہادر جنگجو یہاں موجود ہیں۔ کرشن نہ کوئی بڑا راجہ ہے نہ اُسکی عمر بڑی ہے
نہ وہ کوئی قوت والا بہادر شخص ہے۔ بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا مکار اور فریبی ہے جس نے
اپنے ماموں کنس کو مار ڈالا جس نے راجہ جراسندھ کو دہوکہ سے قتل کر دیا۔ پس
بھیشم کی یہ تجویز کہ کرشن کو تمام دربار پر فوقیت دی جائے دراصل سب حاضرین
کی توہین ہے۔ اور بھیشم نے دانستہ اس کا ارتکاب کیا ہے۔ اور یدہشتر بھی قابل الزام
ہے کہ اُسکو دین دار اور حق پرست ہونے کا بڑا دعوی ہے۔ مگر بھیشم اور کرشن کی
خوشامد سے اُس نے بھی اس فیصلہ کو منظور کر لیا اور ارگھ دینے پر تیار ہو گیا۔ میں کہونگا
کہ خود کرشن اِس وقت سب سے بڑا مجرم ہے جس نے یہ سب باتیں سُنیں۔
یدہشتر کی تیاری کو دیکھا مگر یہ نہ کہا کہ "نہیں میں اس لایق نہیں ہوں" اِسی سے

معلوم ہوتا ہے کہ کرشن کو نمود اور نمائش کی جھوٹی عزت کا بہت شوق ہے۔
اور وہ اسکا بھوکا ہے"

ششوپال یہ کہہ چکا تو بھیشم پتامہ نے کھڑے ہوکر جواب دیا تجھ کو اعتراض کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ تو سری کرشن کا آزاد کردہ غلام ہے۔ کیا تجھ کو یاد نہیں کل کی بات ہے کہ سری کرشن نے تیرے آقا راجہ جراسندھ کو قتل کر ڈالا اور سارے ملک پر قبضہ کر لیا تہا۔ مگر اُنہوں نے پھر تاج بخشی کی اور تمہاری جانیں تم کو دیدیں کیا تجھ کو معلوم نہیں ہے کہ چھتری راجاؤں کے رواج کے موافق ایسا فاتح شخص مفتوحوں کا گرو ہو جاتا ہے۔ کرشن صرف خاندانی چھتری زادہ نہیں ہے بلکہ وہ ایسا چھتری راجہ ہے جس نے سینکڑوں چھتریوں کو کنس کے ظلم سے نجات دلوائی۔ اور ہزاروں لاکھوں چھتریوں کو جراسندھ کے ظلم سے بچایا۔ وہ ملک داری اور لڑائی کے فنون میں ہم سب سے زیادہ طاق ہے وہ ہم سب سے زیادہ ویدوں کا عالم ہے۔ اُسمیں خدا کی اتنی قوتیں اور صفتیں جمع ہوگئی ہیں۔ جتنی ہم میں سے کسی ایک میں بھی نہیں ہیں۔ اِسواسطے میں دوبارہ زور دیتا ہوں کہ سری کرشن ہی اِس اعلیٰ اور ارفع عزت کے مستحق ہیں"

ششوپال یہ جواب سُنکر کھڑا ہوا۔ اور اپنے ساتھیوں کو لیکر دربار سے باہر چلا گیا۔ مگر یدہشتر تخت سے اُترا اور باہر جاکر ششوپال کو بمشکل پھر منا کر لایا کیونکہ ششوپال یدہشتر کا خالہ زاد بھائی تہا۔ یدہشتر کی ماں کا نام کنتی تھا اور ششوپال کی ماں کا نام سپرھیا تھا۔ اور یہ دونوں واسدیو کی بہنیں تہیں جو سری کرشن کے والد تھے۔

ششوپال یدہشتر کے اصرار سے پھر دربار میں واپس آگیا اور دربار کی رسم شروع ہوئی۔ یدہشتر اُٹھا اور اُس نے بھیشم کے کہنے کے موافق سب سے پہلے

سری کرشن کے آگئے "ارگھ" اندرپیش کی۔ نذرپیش ہوتے ہی پھر ششوپال نے بھیشم اور سری کرشن کو بے نقط گالیاں دینی شروع کیں جس سے بھیشم اور سری کرشن کے حمایتیوں کو بہت غصہ آیا اور دربار میں تقریربازی شروع ہوگئی۔ ایکطرف سری کرشن کے فدائی ان کے اوصاف بیان کرتے تھے۔ اور دوسری طرف ششوپال اُنکی مذمت کرتا تھا۔ ششوپال نے بیشمار عیب سری کرشن کے نمک مرچ لگا کر مجمع کے سامنے گنوائے مگر ان کی بدچلنی کی بابت ایک لفظ بھی اُس نے نہیں کہا۔ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اگر سری کرشن ابتدا میں گوپیوں کے ساتھ حرام کاری کرتے ہوتے تو آج ششوپال ان کے اظہار سے ہرگز نہ چوکتا۔ کیونکہ اسکو یہ سب سے بڑا جرم والزام ہاتھ آجاتا جس کا جواب سری کرشن اور اُن کے حمایتیوں کے پاس کچھ نہ ہوتا۔

جب ششوپال کی گستاخی حد سے بڑھی تو ارجن تلوار کھینچکر کھڑا ہوا اور اُس نے کہا "اگر اب کسی شخص نے سری کرشن کی شان میں ایک لفظ بھی گستاخی کا زبان سے کہا تو میں اُس کا سر کچل ڈالوں گا"

سری کرشن نے ارجن کا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا۔ اور کہا کہ تم خاموش رہو۔ جسوقت سے یہ جھگڑا شروع ہوا تھا سری کرشن چپکے بیٹھے مسکرا رہے تھے نہ اُنہوں نے کسی بات میں دخل دیا نہ کچھ بولے۔ لیکن جب ارجن کھڑا ہونے لگا اور ششوپال نے کہا کہ "خود کرشن کیوں نہیں کھڑا ہوتا۔ اگر وہ بہادر ہے اور جیسے کہ اُس کے خوشامدی اُسکی تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملاتے ہیں واقعی وہ دلیر اور جری ہے تو ذرا سامنے آئے اور دو ہاتھ دکھائے۔ میں بھی تو دیکھوں اُسکو جنگ کے کیا کیا ہنر یاد ہیں۔ یا تم نے یونہی خواہ مخواہ اُسکو آسمان پر چڑھا رکھا ہے"

سری کرشن نے یہ جملہ سُنا تو پھرتی سے کھڑے ہوگئے تلوار میان سے کھینچ لی

کچھ نہ کر سکتے تھے۔ دروپدی نے فریادیں کیں وہ چیخی۔ پانچ حمایتوں کو پکارا اور کہتی رہی
کہ مجمع عام میں میری چادر کھینچی جاتی ہے کوئی میری مدد نہیں کرتا۔ مگر سب سے فریاد کرنے سے
دریودھن کو رحم آیا نہ اور کسی کو۔ یدھشٹر وغیرہ چاہتے تو سب کچھ کر سکتے تھے۔ لیکن ہار چکے
تھے۔ بات دوسرے کو دے چکے تھے انکی راجپوتی آن بان یہ گوارہ نہ کرتی تھی کہ ہارنے
کے بعد پھر اپنی ملکیت کا دعویٰ کریں۔ اور دروپدی کو اپنا سمجھ کر اسکو مظالم دریودھن سے بچائیں

آخر دریودھن کے باپ دھرت راشٹر نے یہ فیصلہ کیا کہ پسران پانڈو اس جانبازی
کے عوض میں (۱۲) برس جلاوطن رہیں۔ اور تیرہویں سال ایسا بھیس بدلکر نوکری کریں
کہ دریودھن اور اُس کے ملازم ان پانچوں کو پہچان نہ سکیں۔ اگر وہ ایسا کر سکے تو (۱۳)
سال کے بعد ان سب کا ملک دولت واپس دیدیا جائیگا۔ چنانچہ یدھشٹر۔ ارجن بھیم
نکل سہدیو۔ دروپدی اس فیصلہ کے موجب جلاوطن ہوئے۔ اور جنگلوں جنگلوں
پھرنے لگے۔ اس آوارہ گردی کے زمانہ میں پسران پانڈو کے سب دوست آشنا راجہ مہاراجہ
اُن سے ملتے تھے۔ اور انکی مصیبت پر کڑھتے تھے سری کرشن بھی دوارکا سے آئے اور
ایک جنگل میں اُن سے ملاقات کی۔ اور جوئے کے خلاف ایک زبردست تقریر کر کے جوئے
کی خرابیاں بیان کیں دروپدی نے سری کرشن کو دیکھا تو وہ بہت روئی اور سارا
قصہ بیان کر کے بولی۔ کہ مجھ کو دریودھن کے دربار میں چادر کھینچکر ذلیل کیا گیا اور کسی نے
میری مدد نہ کی" سری کرشن نے فرمایا۔ تو گھبرا مت میں اس زیادتی کا پورا بدلہ لونگا اور
تیرا راج پاٹ واپس لاؤں گا۔ اے دروپدی آسمان پھٹ سکتا ہے۔ زمین ٹکڑے ہو سکتی ہے
ہمالیہ پہاڑ کا پاش پاش ہو جانا ممکن ہے۔ سمندر سوکھ جائے تو تعجب نہیں۔ مگر میرا قول جھوٹا
نہیں ہوگا۔ میں اقرار کر کے پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ اور اپنا وعدہ پورا کر کے رہوں گا"

سری کرشن کے ہمراہ ان کے بھائی بلرام بھی تھے اُنہوں نے کہا کہ یدھشٹر اور ارجن
وغیرہ تو اپنے عہد کے سبب جب تک جلاوطنی کی مدت پوری نہ ہو کچھ نہیں کرینگے

لیکن ہمیں چاہیئے کہ دریودھن پر حملہ آور ہوں۔ اور پسران پانڈو کا ملک اُس سے
چھین کر ارجن کے بیٹے ابھمنیو کو دیدیں (ابھمنیو سری کرشن کی بہن سوبھدرا
کے پیٹ سے تھا)

سری کرشن نے جواب دیا "یہ ٹھیک ہے ہم ایسا کر سکتے ہیں۔ مگر یہ بات انصاف
اور قاعدہ کے خلاف ہوگی۔ یدھشٹر کبھی گوارا نہیں کرے گا کہ دین و انصاف برباد
کرکے دنیا کی تاجداری حاصل کرے"
یدھشٹر بولا ہاں مہاراج سچ فرماتے ہیں۔ میں دین اور انصاف کے سامنے
حکومت کی کچھ اصل نہیں سمجھتا۔

یدھشٹر کا عہد پورا ہوا

تیرہ برس گزر گئے یدھشٹر اور ان کے بھائیوں نے اپنا عہد پورا کر دیا۔ ۱۲ برس
جلاوطنی میں کاٹے اور ایک سال نوکری میں۔ نوکری بھی ایسی کی کہ کسی شخص نے
ان کو نہ پہچانا کہ یہ راجہ پانڈو کے شہزادے ہیں۔
دھرت راشٹر اور دریودھن کو اسکی خبر پہونچی کہ پسران پانڈو نے اپنا عہد پورا
کر لیا۔ تو دریودھن نے یہ بہانا نکالا کہ تیرھویں سال ملازمت کی حالت میں میں نے
ان کو پہچان لیا۔ اسواسطے ان کا عہد پورا نہیں ہوا۔ پہچاننے کا کوئی ثبوت کوئی دلیل
نہ دے سکا۔ یونہی خواہ مخواہ ایک بات بنادی۔ اور پسران پانڈو نے سمجھا کہ ریودھن
دراصل ہمارے ملک پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ اور یہ سب اس کے مکارانہ بہانے ہیں
اس واسطے وہ اپنے خسر راجہ دروپد کے پاس گئے اور اُن سے سارا
حال بیان کیا۔ راجہ دروپد نے سری کرشن بلرام اور اپنے تمام دوست راجاؤں کو
جمع کرکے مشورہ کی ایک کونسل مقرر کی جسمیں سری کرشن نے سب سے پہلے یہ تقریر

کی کہ دہرت راشتر اور دریودھن کو پیام بھیجا جائے کہ وہ آدھا ملک بیچر پسران پانڈو سے صلح کرلیں۔" بلرام نے اِس تقریر کی تائید کی۔ مگر "ستیکی" نامی ایک دلیر نوجوان" راج کنور" نے کھڑے ہو کر کہا۔" یہ بزدلی ہے۔ یہ نامردی ہے۔ صلح کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیا پانڈو کے لڑکے دریودھن سے بھیک مانگیں گے؟ کیا اُس اندھے بے انصاف دہرت راشتر کے آگے ذلت سے ہاتھ پھیلائیں گے؟ کہ آدھا ملک خدا واسطے ہمکو دیدے۔ نہیں نہیں! ہم ہتھیاروں کے زور سے پسران پانڈو کا حق حریف کے قبضہ سے نکال لیں گے ہم اپنے بازو کی طاقت سے دروپدی کی بے عزتی کا عوض لیں گے۔"

یدھشٹر اور ان کے بھائیوں نے دین وانصاف کا حق ادا کردیا۔ جوئے میں اگر وہ ملک و دولت ہار گیا تو یہ اُسکا قصور نہ تھا۔ کیونکہ ہر ایک چھتری زادہ کو جب جوئے کی بازی کے لئے بلایا جائے تو اُسکا دھرم ہے کہ مُنہ نہ موڑے۔ اور بازی کھیلے۔ یدھشٹر نے اُسی خاندانی رسم کے موافق بازی سے انکار نہ کیا۔ اور دریودھن نے بے ایمان دغاباز جوا کھیلنے والے یدھشٹر کے سامنے بٹھادئے۔ یدھشٹر نے جوئے میں بھی ایمانداری کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اور اُس کے سامنے والے فریب و دغا سے جیت جیت گئے۔ اسپر بھی یدھشٹر نے دہرت راشتر کا کہنا مانا۔ اور (۱۳) برس تک گھر سے بے گھر مارے مارے پھرے۔ لیکن اب وقت آیا تھا کہ دریودھن اور اُسکا اندھا باپ پسران پانڈو کا حق واپس دیتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ حیلے حوالے کرتا ہے۔ ٹالنا چاہتا ہے۔ اور اُسکی نیت بد معلوم ہوتی ہے۔ بس پیالہ بھر چکا۔ اُٹھو کمر باندھ لو۔ تلواروں کو کھینچ لو۔ برچھیوں کو اُٹھا لو۔ اور میدان میں جاکر دریودھن کا کچلا کچلا کرکے رکھ دو۔"

"ستیکی" کی اِس پرجوش تقریر سے کونسل پر سناٹا طاری ہوگیا اور ہر شخص کی زبان پر "لڑائی" کے نعرے بلند ہونے لگے۔ راجہ دروپد نے بھی "ستیکی" کی تائید کی۔ اور جنگ کی تجویز باتفاق عام پاس ہوگئی۔ کونسل کا جلسہ برخاست کرنے

سے پہلے راجہ دروپد نے کہا کہ میں حجت تمام کرنے کو پہلے دریودھن اور دھرت راشٹر کے پاس ایلچی بھیجکر فہمائش کروں گا اگر وہ مان گئے تو فبہا ورنہ پھر میدان میں اُن کو دیکھ لیا جائے گا"

جب یہ تجویز طے ہو گئی تو سری کرشن اور بلرام دوارکا چلے گئے۔

دریودھن کو جب اِس خفیہ جلسہ کی اطلاع پہونچی اور جنگی تیاریوں کا حال معلوم ہوا تو اُس نے بھی نہایت عظیم الشان جنگ کا سامان کرنا شروع کیا۔

سرہانے پائینتی کے فریادی

ادہر تو راجہ دروپد نہایت اولوالعزمی سے اسباب جنگ کی فراہمی میں مصروف تہا اور اُدہر اُس نے ارجن کو سری کرشن کے پاس بھیجا کہ وہ اُسکی مدد کرنے کیواسطے تشریف لائیں۔ مگر اتفاق کی بات ارجن روانہ ہوا تو اُدہر دریودھن نے بھی یہ سوچا کہ سری کرشن ایک خدا پرست آدمی ہیں۔ اُن کو کسی فریق کی رعایت منظور نہیں ہے جو اُن سے درخواست کرے گا وہ اُسی کے ساتھ ہو جائیں گے۔ اِس واسطے وہ بھی دوارکا روانہ ہوا کہ سری کرشن کو اپنی حمایت کے لئے آمادہ کر لے۔ دریودھن ارجن سے پہلے دوارکا پہونچ گیا۔ اور سیدہا سری کرشن کے حجرے میں داخل ہوا۔ تو اُسنے دیکھا کہ سری کرشن سوتے ہیں اور اُن کے سرہانے اور پائینتی ایک ایک چوکی خالی رکھی ہے پہلے اُس کے جی میں آیا کہ میں پائینتی بیٹھ جاؤں مگر غرور و تکبر نے اسکی اجازت نہ دی کہ وہ سری کرشن کے پیروں میں بیٹھتا اس لئے سرہانے کی چوکی پر جا کر بیٹھ گیا ابھی سری کرشن بیدار نہ ہوئے تھے کہ ارجن بھی آن پہونچا اور وہ نہایت عاجزی اور انکساری سے اپنے گرو کے پائینتی سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سری کرشن کی آنکھ کھلی اور سب سے پہلے ان کی نظر ارجن پر پڑی کیونکہ وہ پائینتی بیٹھا تہا۔ ارجن نے

کہا فریاد۔ سرہانے سے دریودھن بولا میری بھی فریاد۔ میں ارجن سے پہلے آیا ہوں
سری کرشن نے فرمایا "بے شک حق مقدم دریودھن کا ہے کہ اُسکی امداد کی جائے
کیونکہ وہ پہلے آیا ہے مگر نگاہ پہلے ارجن پر پڑی۔ اسواسطے ارجن کی ندد مقدم
ہے۔ اس کے علاوہ دریودھن تکبر اور غرور کا خطا وار ہے۔ وہ میری پائینتی
گھمنڈ کے سبب نہ بیٹھا۔ اور خدا گھمنڈ کرنیوالے کو ہمیشہ نیچا دکھاتا ہے؛
مگر اے دریودھن اور اے ارجن۔ میرے نزدیک تم دونوں یکساں ہو اور
میں دونوں کی مدد پر آمادہ ہوں۔ ایک طرف میرے ہتھیار اور میری فوجیں ہیں
اور دوسری جانب میں خود اکیلا ہوں۔ اس فیصلہ کا حق میں ارجن کو دیتا ہوں
اگر وہ میری فوجوں کو اور ہتھیاروں کو لینا چاہتا ہے تو لیلے میں بغیر ہتھیار کے دریودھن
کے ساتھ رہوں گا۔ اور اگر ارجن فقط مجھ کو چاہتا ہے تو میری سپاہ دریودھن لیجائے
میں اس لڑائی میں ہتھیار نہیں چلاؤں گا۔ اور چپ چاپ سیر دیکھوں گا"
ارجن نے کہا مجھے آپ کی فوجیں درکار نہیں ہیں۔ اے سرتاج گروہ میں تو صرف
آپ کو چاہتا ہوں" دریودھن ارجن کے فیصلہ سے بہت خوش ہوا۔ اور دل میں
خیال کیا کہ ارجن بڑا بے وقوف ہے۔ ایک آدمی کو لے لیا۔ اور لشکروں کو چھوڑ دیا۔
اور سری کرشن کا بہت بہت شکریہ ادا کرکے اور فوجیں لیکر اپنے ملک کو روانہ
ہوگیا۔ جب دریودھن چلا گیا تو سری کرشن نے ارجن سے پوچھا کہ "تو نے مجھ نہتے کو
کیوں پسند کیا۔ میری فوجیں کیوں نہ مانگیں۔ ارجن نے جواب دیا ایک عقلمند آدمی
دو لاکھ بیوقوفوں پر بھاری ہے" آپ کی فوجوں کو تو میں اکیلا شکست دے سکتا ہوں
مجھے ان کی ضرورت نہ تھی۔ مجھے تو آپ درکار تھے کہ آپکی زبان میں اور آپ کی
ذات میں بیشمار افواج و ہتھیار موجود ہیں" سری کرشن مسکرائے اور ارجن کی دانشمندی
کی داد دی۔ اور پھر فریقین کی امداد کے لیے روانگی کا سامان ہونے لگا۔ مگر سری کرشن

بھائی بلرام نے کسی فریق کا ساتھ دینا منظور نہ کیا۔ غرض سری کرشن کی فوج دریودہن کیساتھ گئی۔ اور سری کرشن ارجن کے ہمراہ راجہ درو پدکے ہاں چلے گئے۔

دریودھن کا سفیر

دریودہن بڑا ہوشیار و چالاک تہا۔ اُس نے دیکھا۔ یدہشتر نرم دل اور نیک مزاج آدمی ہے۔ خدا اور آخرت کے خوف سے جلدی متاثر ہوجاتا ہے اُس کے پاس ایک سفیر کو بھیجنا چاہئے جو لڑائی اور فتنہ فساد کی بُرائیاں بیان کرکے اُس کے دل کو لڑنے سے بیزار کر دے۔ یدہشتر کا دل جنگ سے ہٹ گیا تو دشمن کی تیاریوں میں رخنہ پڑجائیگا اور میں آسانی سے اُسکو شکست دے سکوں گا۔

اس کے علاوہ دیکھنے والے اور سُننے والے مجھ کو حق پر تصور کرنے لگیں گے اور کہیں گے دریودہن کی نیک دلی میں کچھ شبہ نہیں۔ اس نے تو بہت چاہا کہ بہائیوں اور رشتہ داروں میں خانہ جنگی کی تلوار تہا ہی نہ ڈالے۔ چنانچہ صلح کی سفارت تک اس نے بھیجی مگر جب پسران پانڈو نہ مانے تو دریودہن مجبور ہوگیا اور لاچار ہوکر اُس نے تلوار میان سے کھینچی۔

دریودہن نے سفارت کا منصوبہ سوچا تو ایسے شخص کو سفیر بنایا جو ترک دنیا کا وعظ خوب کہہ سکتا تہا۔ لیکن سیاسی اُتار چڑہاؤ اور ریاست فساد کی باریکیاں سلجھانے کا اُسکو کچھ سلیقہ نہ تہا۔ اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ دریودہن کی نیت مکارانہ تھی اور وہ اس بہانہ سے حریف کے جنگی ارادوں کو کمزور اور ڈھیلا کرنا چاہتا تہا۔ مگر یہ نہ جانتا تہا کہ غنیم کا مشیر کار بھی ہندوستان کا سب سے بڑا مدبر ہے۔ اور اس کے سامنے کوئی جنگی فریب چل نہیں سکتا۔

دریودہن کے سفیر کا نام سنجے تھا۔ جب سنجے راجہ دروپد کے دربار میں آیا تو

سب نے اِس رائے کو پسند کیا۔ اور سفارت کی تیاریاں ہونے لگیں تو سری کرشن نے یدہشتر سے فرمایا "دیکھو ایسا نہ ہو کہ تو صلح کا خیال کر کے جنگی تیاری میں ڈھیلا ہو جائے مجھے ہرگز اُمید نہیں ہے کہ ظالم دریودہن صلح پر آمادہ ہو گا۔ وہ لڑائی کے بغیر ہرگز راہ راست پر نہ آئے گا۔ میں حجت پوری کرنے جاتا ہوں۔ تاکہ خدا اور دُنیا والوں کے سامنے یہ کہہ سکوں کہ خونریزی سے بچنے کی آخر دم تک کوشش کی۔ ورنہ جانتا ہوں دریودہن کے دل پر۔ دماغ اور عقل پر گناہ نے پردے ڈال دیئے ہیں۔ وہ ہرگز صلح منظور نہ کرے گا۔ وہ آسانی سے دوسرے کا حق نہ دیگا"

یدہشتر اور اُس کے بھائیوں کو اندیشہ ہوا کہ کہیں دریودہن سری کرشن کی جان کو صدمہ نہ پہنچائے۔ اِس واسطے اُنہوں نے ادب کے ساتھ درخواست کی کہ آپ نہ جائیے ہم کسی اور کو سفارت پر بھیج دینگے۔ ہمیں ڈر ہے کہ دریودہن آپکے ساتھ کچھ آزار دہی سے پیش نہ آئے۔

سری کرشن نے مسکرا کر فرمایا "خاطر جمع رکھو۔ وہ میرا بال بیکا نہیں کر سکتا میری طرف سے مطمئن رہ کر جنگ کی تیاری میں جی لگاؤ۔ ایسا نہ ہو سامان حرب کی فراہمی سے غافل ہو جاؤ۔ کہ یہ ہی بڑی چیز ہے جس سے ہم ظالم پر فتح پا سکیں گے"

سری کرشن روانہ ہوئے تو یدہشتر نے احتیاطاً ایک ہزار سوار اور ایکہزار پیادے بطور باڈی گارڈ ان کے ہمراہ کر دیئے۔

جس وقت سری کرشن ہستناپور پہنچے۔ دریودہن نے بڑی شان و شوکت سے اُن کا استقبال کیا۔ اور خاطر مدارات میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ مگر سری کرشن نے نہ دریودہن کا کھانا کھایا۔ نہ شربت پیا۔ اور درون اچاریہ کے پاس جا کر ٹھیر گئے جو برہمن اور تمام جنگی شہزادوں کا اُستاد تھا۔

دریودھن نے بہت عاجزی سے اس کا سبب پوچھا کہ جب آپ کسی فریق کے طرفدار نہیں ہیں تو میرا کھانا کیوں نہیں کھاتے؟

سری کرشن نے فرمایا "ہاں میں کسی فریق کا ساتھی نہیں ہوں۔ نہ مجھ کو تمہارے خاندانی جھگڑے میں کوئی ذاتی تعلق ہے۔ مگر تجھ کو گنہگار اور غاصب سمجھتا ہوں تیری بے انصافی کا مجھکو یقین ہے۔ اِس واسطے مجھ کو تیرے ہاں کھانا پینا جائز نہیں"

دھرت راشٹر نے پیغام سفارت سننے کو دربار آراستہ کیا جہاں دریودھن بھیشم پتامہ۔ درون اچاریہ۔ کرن۔ اور دریودھن کے دوسرے سب بھائی جمع ہوئے۔ تو سری کرشن نے دھرت راشٹر کو مخاطب کرکے ایک ہوا ں دھار تقریر کی۔ جس میں پسران پانڈو کی بیگناہی اور دریودھن کے مظالم کا ذکر کیا۔ اور فرمایا کہ پسران پانڈو خواہ مخواہ لڑنا نہیں چاہتے۔ اگر ان کا حق ان کو مل جائے تو وہ ہرگز بھائیوں کے خلاف تلوار نہ اُٹھائیں گے۔ مجھ سے تو اُنھوں نے یہانتک کہدیا ہے کہ ہم کو تو صرف شہر اندرپرست دیدیا جائے۔ ہم اُسی پر قناعت کرلیں گے یا اور کوئی ٹکڑا زمین کا مل جائے تاکہ ہم وہاں صبر سے زندگی کے دن پورے کریں اے راجہ اپنے خاندان کی انصاف کاریوں کو بٹہ نہ لگا جو سارے ملک میں چاند سورج کی طرح روشن ہیں۔ اِن حریص بیٹے کیخاطر اپنی عاقبت اور دنیا کی عزت برباد نہ کر

دھرت راشٹر نے جواب دیا۔ مہاراج! میں کیا کروں دریودھن میرا اور میری بیوی گندھاری یعنے اپنی ماں کا کہنا نہیں مانتا۔ ہم نے تو بہت سمجھایا۔ اب تم بھی اُسکو نصیحت کر دیکھو۔ میں تو بے بس ہوں۔

اسپر سری کرشن دریودھن کی جانب مخاطب ہوئے جو دربار میں اپنی جگہ بیٹھا تھا اور اُسکے سامنے دھرت راشٹر سے زیادہ مؤثر تقریر کی۔ اور آخر میں فرمایا تو آدھا

میں نے کیا ؟ اہ کیا ہے۔ میں نے کونسی حق تلفی کی ہے۔ آخر کوئی بتائے تو سہی کہ میرا قصور کیا ہے۔ یدھشٹر نے خود جوا کھیلا۔ اور خود اُسی نے اپنی سلطنت اور دولت کو جوئے میں ہارا۔ ایک دفعہ وہ ہار گیا تو میں نے برادرانہ محبت کے خیال سے وہ دولت واپس دیدی۔ مگر اُس کو پھر قسمت آزمانے کا شوق ہوا اُس نے پھر بازی لگائی۔ اور سب کچھ ہار گیا۔ خود اُسی نے جلاوطنی کا قول دیا۔ خود ہی جلاوطن ہوا۔ میرا اِس میں کیا دخل تھا۔ اُسی کے کرتوت اُس کے سامنے آئے۔

مگر میں اسپر بھی اُسکو اپنا بھائی سمجھتا تھا۔ اُس کی مسافری اور تکلیف سے کُڑھتا تھا اگر وہ میرے پاس آتا تو اپنا راج بنا بنایا پاتا۔ لیکن وہ تو میرے خاندانی دشمنوں کی پناہ میں چلا گیا۔ اس نے اُس حکومت کے سایہ میں اپنا سر جھکایا جو صدہا سال سے ہمارے خاندان کی حریف اور غنیم تھی۔ جنکے بزرگوں سے ہمارے بزرگوں کی ہمیشہ تیغ زنی ہوتی آئی ہے۔ اور کبھی ہمارا سر اُن کے آگے نہیں جُھکا۔ آج پسران پانڈو نے اتنی بڑی بے غیرتی کی کہ خاندانی دشمن کے دامن تلے چلے گئے اور اس کے بل پر مجھ سے جو ان کا بھائی ہوں لڑنا چاہتے ہیں اُنہوں نے کیسے گوارا کیا کہ ہمارا اجدی دشمن ہم پر تلوار اُٹھائے اور وہ اُس کے ساتھ ہوں۔

دروپدی کو میرے بھائی ارجن نے فتح کیا تھا۔ میری عین خوشی تھی کہ حریف راجہ کی بیٹی کمال جنگ سے حاصل کی۔ لیکن اسکی بے پردگی کچھ ہوئی تو اسکا شکوہ کیوں کیا جاتا ہے۔ وہ دشمن کی بیٹی تھی اور ہمارے گھر میں لونڈی بنکر آئی تھی سری کرشن اسکی تو اتنی حمایت کرتے ہیں اور ہماری خاندانی آن بان کا خیال نہیں کرتے۔

میں چھتری ہوں مرنے سے نہیں ڈرتا۔ لڑائی میں مرنے والا جنت میں جاتا ہے۔ میں اپنے خاندانی دشمن سے لڑوں گا۔ اور اُسکو دکھا دونگا کہ کورو خاندان

میں پانچال خاندان کو نیچا دکھانے کی اب بھی طاقت موجود ہے۔ اگر میرے بے غیرت بھائی اُس کے ساتھ ہیں تو کچھ پروا نہیں ہے۔ میں سب کو دیکھ لوں گا اور آدھا ملک کیا۔ ایسی صورت میں تو سوئی کے ناکے کے برابر بھی زمین اُنکو نہ دونگا"

دریودھن یہ تقریر کر کے دربار سے اُٹھ کھڑا ہوا اور باہر چلا گیا۔ اُس کے ساتھ اُس کے بھائی اور تمام ہمخیال لوگ بھی چلے گئے ۔

تو سری کرشن نے فرمایا "جب دھرت راشٹر باپ۔ گندھاری ماں بھیشم پتامہ جیسے بزرگ۔ درون جیسے اُستاد گرو اور تمام لوگوں نے دریودھن کو سمجھانے کا حق ادا کر دیا تو اب سوائے اس کے کچھ چارہ نہیں کہ اس نادان کو قید کر لیا جائے تاکہ یہ خانگی فتنہ و فساد بڑھنے نہ پائے۔ وہ کہتا ہے راجہ دروپد خاندانی دشمن ہے مجھے اس پر ہنسی آتی ہے جب اس نے بیٹی دیدی تو دشمنی کہاں رہی دریودھن نے یہ غلط کہا کہ دروپدی لونڈی کے مثل ہے۔ ارجن نے اُسکو امتحان میں جیتا ہے لڑائی میں نہیں جیتا۔ دریودھن کو ایسے الفاظ کہنے مناسب نہیں۔

الغرض سری کرشن دربار سے اپنی قیامگاہ پر آ گئے۔ اور دھرت راشٹر کی اور کو ہمت نہ ہوئی جو دریودھن کو قید کرتا۔ اور اِس فتنہ کو دبایا جاتا۔ بلکہ دریودھن نے خود سری کرشن کو گرفتار کرنا چاہا اور اُس کے لئے زبردست سازش کی۔ مگر خبر کھل گئی سری کرشن کے ہمراہی ہوشیار ہو گئے۔ اور سری کرشن نہایت آرام اور بے پرواہی سے روانہ ہو کر راجہ دروپد کے پاس واپس آ گئے اور دشمن اُنکا ایک بال بھی ٹیڑھا نہ کر سکے ۔

اِس سفارت کے زمانہ میں سری کرشن رانی کنتی سے بھی ملے جو پسران پانڈو کی والدہ اور سری کرشن کی پھوپی تھیں۔ اور دھرت راشٹر کے پاس رہتی تھیں کنتی رانی نے چودہ برس سے بیٹوں کو نہ دیکھا تھا اور وہ از حد بے قرار تھیں۔

اُنہوں نے بہت چاہا کہ باہمی خونریزی بھائیوں میں نہ ہو۔ مگر تقدیر کو تو کچھ اور ہی منظور تہا

لڑائی کا سنکھ بجگیا

تلوار تڑپ کر میان سے باہر نکل آئی۔ فوجیں نقل وحرکت کرنے لگیں ہندوستان کے وہ بادل کونہ سے اُٹھنے لگے جنکو مہا بھارت میں خون کا مینہ برسانا تہا لشکروں کی آندھیاں گرد وغبار اُڑاتی ہوئی چاروں طرف سے اُٹھیں۔ فوجوں کے بگولے آسمان سے باتیں کرنے لگے ؂

سری کرشن نے سفارت کا انجام سُنایا تو پیشتر سپاہ کو لیکر ہستناپور کی جانب بڑہا۔ راجہ دروپد کا بیٹا دُھرشٹ دیومن سپہ سالار بنا جتنے آس پاس کے راجہ تھے۔ یا میل جول کے فرمانروا تھے وہ سب ایک جھنڈی کے نیچے جمع ہوئے اور ہستناپور پر دھاوا بولدیا ؂ ادہر سے دریودہن بھی تلوار گھسیٹ کر کھڑا ہوا۔ دور دور کے راجہ مہاراجہ کمک کو دوڑے جنکو سری کرشن سے خدا واسطہ کا بیر تھا اپنے اپنے لشکر لیکر دریودہن کی سپاہ میں آن ملے اور ایک کالی گھٹا کی طرح اُمنڈتے ہوئے چلے۔ بھیشم پتامہ سنیاپتی یعنی کمانڈر انچیف تھے دروں کرن جیسے بہادر نبرد آزما ساتھ تھے ؂

کرن ارجن کا سوتیلا بھائی تہا۔ مگر کسی شبہ کے سبب خلقت اسکو ارجن کا بھائی تسلیم نہ کرتی تھی یہی وجہ تھی کہ سوئمبر کی رسم میں دروپدی نے اسکے ساتھ حقارت کا برتاؤ کیا تہا جسکا کرن کو انتہا خار تھا۔ اور وہ ارجن کی جان وآبرو کا دشمن بنا رہتا تہا۔ دروپدی کی بے چادری والی توہین میں بھی کرن کا ہاتھ تھا۔ اور کرن اپنے بھائی ارجن کو چھوڑ کر دریودہن کا ساتھی صرف اسوجہ سے ہوگیا تھا کہ سوئمبر والی ہتک اُسکو کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی سری کرشن جی نے سفارت کے زمانہ میں بہت کوشش فرمائی تھی کہ کسی طرح کرن کو دریودہن سے توڑ لیا جائے مگر کرن ہرگز نہ مانا اور یہی کہتا رہا کہ میں تو ارجن کا خون بہا کر خوش ہونگا

یدہشٹر کے لشکر کا ہر سپاہی یدہشٹر کو بے گناہ اور دریودہن کو پاپی جفا کار سمجھنے لگا ہوگا اور پھر اُس نے پورے ایمان کے ساتھ اور سچے جوش کے ارادے سے دشمن کے سر پر تلواریں ماری ہونگی ۔

آج یدہشٹر و ارجن موجود نہیں ہیں۔آج دریودہن کی خاک بھی دنیا سے ناپید ہے مگر پسران پانڈو کا یہ کارنامہ قیامت تک موجود رہیگا۔اور ہندو قوم کے برتر خصال کی گواہی نسلاً بعد نسلاً دیتا رہیگا۔کہ اِس قوم کے حکمران عداوت اور دشمنی کی حالت میں بھی ایسے سیرچشم اور شریفانہ وضعداری کے پابند ہوتے تھے ۔

ارجن کا رتھ

اِس سین پر پردہ گراتو ارجن اپنے جنگی رتھ میں سوار ہوا۔سری کرشن حسب عہد اس کے ساتھ رتھ بان بنے۔اور رتھ کو لیکر میدان جنگ میں نمودار ہوئے ۔

ارجن نے کہا۔میرے آقا رتھ بان! ذرا اِس رتھ کو لیکر دشمن کی سب صفوں کے آگے سے گزرو۔تاکہ میں دیکھوں آج کے دن کون کون ہم سے لڑنے آیا ہے۔اور ہم کو کس کس طاقت سے مقابلہ کرنا ہے ۔

سری کرشن نے ایسے ہی کہا اور رتھ کو تمام میدان میں پھرایا۔جب ارجن سب کچھ دیکھ چکا تو ایک دفعہ ہی بولا۔

"گرو داتا۔میرے بازو تھرتھراتے ہیں۔میرا دل لرزتا ہے۔ایمان اور ضمیر کانپتا ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ مقابلہ میں صفوں میں سوائے بزرگوں اُستادوں۔بھائیوں کنبہ والوں۔قرابت داروں کے اور کوئی نہیں ہے۔کیا میں ان عزیزوں پر تلوار اُٹھاؤں کیا مجھ کو اپنے بڑوں سے گستاخ ہونا پڑے گا۔کیا میں اپنے سگوں کو خاک و خون میں لٹاؤں گا۔نہیں نہیں اے میرے رہبر مجھ سے یہ نہیں ہوگا ۔

نیزہ کو جنبش دے اور لڑ۔"

یہ گیتا کی ابتدا تھی اور پھر اس کے بعد وقتاً فوقتاً جو کچھ سری کرشن نے ارجن کو اسی میدان کارزار میں دئے - ان سب کے مجموعہ سے گیتا کتاب تیار ہوئی ۔

جو لوگ یہ شبہ کرتے ہیں کہ ایسے نازک وقت میں تقریر اور پھر ایسی باریک فلسفیانہ تقریر کی فرصت کہاں ہوگی - لہٰذا گیتا کو سری کرشن سے کچھ تعلق نہیں - یہ کسی اور شخص کی تصنیف ہے - ان کا کہنا سراسر غلط ہے - سری کرشن کو سوائے بولنے اور رتھ کو ادھر اُدھر لیجانے کے اور کام ہی کیا تھا - انکی معمولی معمولی باتیں بھی فلسفہ حیات و کائنات سے لبریز ہوتی تھیں - کجا کہ ایسے موقع کا بیان جبکہ جذبات بھڑکانے والی ایک عظیم الشان جنگ آنکھیں دیکھ رہی ہوں مرنے والوں کی بے چینیاں زخمیوں کی چیخیں - تلوار کی جھنکاریں تیروں کے سناٹے سنائی دیتے ہوں - بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہو تو ایک روشن ضمیر روشن دماغ فلاسفر جو کچھ بھی کہہ جاتا کم تھا - اِس کتاب کے دوسرے حصہ میں گیتا اور اُس کے فلسفہ پر رائے زنی ہوگی - یہاں تو فقط اتنا بتانا تھا کہ جنگ سے پہلے یہ واقعہ پیش آیا اور ارجن کو ہمت ہارتا دیکھ کر سری کرشن جی نے دوبارہ آمادہ کیا - اور انہی کی تقریر سے متاثر ہو کر اُسکو حرب و ضرب کا میلان ہوا - اور اسی موقع پر گیتا کی تقریریں ہوئیں ۔

مقابلہ

آخر ارجن لڑنے پر رضامند ہو گیا - تیر چلیوں سے نکلنے لگے - کمانیں دوہری ہونے لگیں - سینے چھدنے شروع ہوئے - تلوار سروں پر کھیلنے لگی - اور دونوں فوجوں نے داد شجاعت دینی شروع کی ۔

یدھشٹر کی فوج کا افسر اعلیٰ دیومن راجہ دروپد کا بیٹا اور ارجن کا سالا تھا اور دریودھن کا سپہ سالار بھیشم پتامہ تھا ۔

بھیشم کمالات حرب میں ایسا طاق تہا کہ اسکی برابر یدہشتر کی فوج میں کوئی افسر
نہ تہا۔ سوائے ارجن کے۔ اور ارجن کی یہ حالت تھی کہ وہ سری کرشن کے کہنے سننے سے لڑائی پر
آمادہ تو ہوگیا تھا اور لڑبھی رہا تہا مگر اسکا دل نہ لگتا تہا۔ خصوصاً جب بھیشم جیسے بزرگ
کو سامنے دیکھتا تو کنیا جاتا۔ یعنے دانستہ شدت جنگ کو ٹال دیتا۔ اسکی وجہ سے
بھیشم کی فوج بڑھ بڑھ کر حملے کرتی تھی۔ اور یدہشتر کی صف بندی بکھری جاتی تھی۔ اور
آدمیوں کا کثیر نقصان ہو رہا تھا ؛

کئی دن یہ نوبت رہی اور بھیشم نے یدہشتر کے لشکر کا جی چھڑا دیا۔ اور بے حد نقصان
کیا۔ تو سری کرشن کو انجام بد کا اندیشہ دامنگیر ہوا۔ اور اُنہوں نے سمجھ لیا کہ ارجن جان
بوجھ کر ڈھیل دیتا ہے۔ اور بھیشم سے لڑنا نہیں چاہتا۔ اسطرح تو ساری فوج تمام
ہوجائے گی۔ اس واسطے وہ گھڑی گھڑی ارجن کے رتھ کو بھیشم کے مقابلہ میں لاتے تھے
کہ کسی طرح ارجن بھیشم کا کام تمام کردے۔ مگر وہ ہر دفعہ ہاتھ روک لیتا تہا ؛

یاد ہوگا سری کرشن نے عہد کیا تہا کہ میں اِس جنگ میں ہتھیار نہیں چلاؤں گا مگر
جب اُنہوں نے ارجن کی یہ مروت دیکھی تو اُن سے رہا نہ گیا۔ رتھ سے کود پڑے اور
رتھ کا پہیہ لیکر خود بھیشم کے مقابلہ کو بڑہے ؛

یہ کیفیت دیکھ کر اِدہر سے تو ارجن ہاتھ جوڑتا اور پکارتا ہوا دوڑا کہ خدا کے لئے
آپ اپنا عہد نہ توڑیئے۔ آپ ہتھیار نہ چلائیے۔ مَیں لڑتا ہوں۔ میں بھیشم پر حملہ کرتا ہوں
اور اُدہر بھیشم نے نعرہ لگایا۔ اور کہا آئیے آئیے میرا سر حاضر ہے۔ کہاں نصیب
جو آپ کے ہاتھ سے میرا سر قلم ہو۔ لیجئے لیجئے میں گردن جھکاتا ہوں۔ قوت آزمائی یہ بھی
ناظرین کو معلوم ہو کہ بھیشم پتامہ سری کرشن کو اوتار سمجھ کر ان کا غلام بنا ہوا تھا اور انکی
عزت اس کے دل میں ایسی ہی تھی جیسی ایک اوتار کی ہونی چاہیئے۔ بھیشم ہی وہ شخص
ہے جس نے راج سویگ میں سری کرشن کی پوجا کی مقدم تحریک کی تھی۔ اور

جو ششوپال سے دوپدو حمایت کرشن میں لڑاتا تھا۔ جب اس نے سری کرشن جیسی ہستی کو دیکھا کہ وہ میرے قتل پر آمادہ ہیں تو اس کا خوش ہونا قدرتی امر تھا کہ میرا انجام ایک اوتار کی تلوار سے ہوتا ہے ؛

ذرا خیال کرنا بھیشم کے دل محبت شناس کا تصور کرنا کہ جب اس نے اپنے محبوب ومطلوب حقیقی کو شمشیر بکف اپنے اوپر حملہ کناں آتا دیکھا ہوگا تو اس میں کیا کیا ولولے اور کیا ارمان پیدا ہوئے ہونگے اور اس نے کیسی سچی اور پر کیف خوشی سے نعرہ لگایا ہوگا۔ ارجن کی منت سماجت سے سری کرشن نے پہیہ پھینک دیا۔ اور مسکراتے ہوئے بھیشم کو کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے پھر رتھ پر آن بیٹھے اور لڑائی کا سماں دوبارہ بندھ گیا ؛

دوسرے دن بھیشم نے اپنے لشکر میں کسی سے کہا کہ میری موت اس شخص کے ہاتھ سے مقدر ہے جس کی شکل عورتوں جیسی ہوگی۔ یہ خبر ارجن کو پہنچی تو شکنڈی نامی ایک شخص کو اس نے ساتھ لیا جو زنانہ تھا۔ اور بھیشم پر حملہ کیا۔ شکنڈی کو سامنے دیکھ کر بھیشم نے ہتھیار پھینک دیئے۔ اور ارجن نے ایک کاری زخم بھیشم کے لگایا۔ جس سے وہ مضمحل ہو کر گر پڑا ؛

بھیشم کے گرتے ہی دونوں طرف کے سردار دوڑے اور بھیشم کے آس پاس جمع ہو گئے۔ بھیشم نے تکیہ مانگا۔ دریودھن نے ریشمی نرم تکیے منگائے مگر بھیشم نے ان کے سرہانے رکھنے سے انکار کیا۔ تو ارجن نے تین تیر زمین میں گاڑ دیئے اور بھیشم نے خوشی خوشی ان تیروں سے سر ٹیک کر سہارا لیا ؛

یہ تکیہ بھیشم کی جوانمردی اور سپاہیانہ شان کا بہترین نمونہ تھا جس میں اس نے ہندو قوم کو ایک پُر معنی نصیحت کی کہ بہادر لوگ ریشمی تکیے نہیں لگایا کرتے۔ بلکہ تیروں کے بستر پر سوتے اور آرام کرتے ہیں ؛

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ بھیشم پتامہ نے خود اپنے قاتل کی حالت نہیں بتائی تھی بلکہ اسکی خصلت کا خیال کرکے ارجن نے شکھنڈی زنانہ کو سامنے کیا تھا تاکہ بھیشم اُسکو عورت سمجھ کر ہتھیار نہ چلائے اور میں اِس فرصت میں اُسکا کام تمام کردوں۔ اگر یہ روایت سچ ہے تب بھی اِس سے بھیشم کی مردمزاجی ظاہر ہوتی ہے کہ اُس نے جان کی پرواہ نہ کی اور عورت شکل پر ہاتھ اُٹھانے سے باز رہا۔

درون اچاریہ کی سپہ داری

بھیشم زخمی ہوکر بیکار ہوگیا تو دریودہن کی فوجی کمان درون اچاریہ کے سپرد کی گئی۔ یہ بھیشم سے زیادہ ہنرمند جنرل تھا۔ اس نے بھی وہ ہاتھ دکھائے اور اس خوبصورتی سے فوجوں کو لڑایا کہ یدہشٹر کی افواج کا ستیاناس ہوگیا۔ ہرچند یدہشٹر کے افسران لشکر جان توڑ توڑ کے لڑتے تھے مگر درون کی حکمت عملیوں اور نقشۂ جنگ کے سامنے ان کا بس نہ چلتا تھا۔ اور نامی نامی سورما کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ آخر سری کرشن نے تجویز کی کہ درون کے ساتھ ایک فریب کرنا چاہئے۔ کیونکہ فریب جنگ میں جائز ہے۔ اور اسکے بغیر درون کی قوت کو توڑنا محال ہے۔ مگر درون فریب نہ کھائیگا۔ جبتک یدہشٹر اس میں حصہ نہ لے۔ کیونکہ یدہشٹر پر درون کو بہت بھروسہ ہے اور وہ جانتا ہے کہ یدہشٹر کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ لیکن یدہشٹر کو راضی کرنا سب سے زیادہ مشکل تھا۔ لہذا بصلاح سری کرشن یہ ترکیب کیگئی کہ اشوتھاما نامی ایک ہاتھی یدہشٹر کے سامنے لاکر مار ڈالا گیا۔ اس کے بعد یدہشٹر سے کہا کہ وہ پکار کر کہے اشوتھاما ہاتھی مارا گیا۔ اشوتھاما مارا گیا تو آواز سے کہے اور ہاتھی آہستہ سے کہدے تاکہ درون کے سننے والے ہاتھی کا لفظ نہ سنیں فقط اشوتھاما کا مرنا ان کو سنائی دے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور یدہشٹر نے بہزار دقت اس جھوٹ کو گوارہ کیا اور اشوتھاما مارا گیا پکار کر کہدیا۔

درون کے بیٹے کا نام بہی اشوتہاما تہا۔ اور یہ فریب اسی غرض سے کیا گیا تہا کہ درون کا دل بیٹے کی موت کا حال سُنکر ٹوٹ جائے۔ اور جب اسکی ہمت پست ہو تو ہم اُسکو مار ڈالیں ؀

درون یدہشتر کو بڑا سچا اور ایماندار جانتا تہا اُسے ہرگز گمان نہ تہا کہ یدہشتر کوئی مکر کی بات کرے گا۔ لہٰذا اُس نے جوں ہی یدہشتر کی زبان سے سُنا کہ اشوتہاما مارا گیا۔ اُسی وقت ہائے کا نعرہ مار کر دل برداشتہ ہو گیا۔ اور بیٹے کے غم نے اُسکی کمر ہمت توڑ ڈالی۔ حریف تو اس تاک میں پہلے سے لگے ہوئے تھے۔ دشمن سپہ سالار نے آگے بڑھ کر درون کا کام تمام کر دیا ؀

درون کے واقعہ میں یدہشتر اور سری کرشن پر جھوٹ اور فریب کا الزام لگایا جاتا ہے۔ مگر آجکل کے زمانہ میں بھی جبکہ ہر شخص کو راست بازی کا عام دعویٰ ہے کوئی اِس قسم کے فعل کو فریب و جھوٹ نہیں کہتا۔ میں یہ کتاب لکھ رہا ہوں جنگ یوروپ ہو رہی ہے۔ دنیا بھر کی بڑی بڑی قوتیں میدان جنگ میں مصروف تیغ زنی ہیں۔ اور ہر فریق واقعات جنگ کو اپنے ڈھب و مطلب کے موافق بیان کرتا ہے دروغ اور راستی کی کسیکو بھی پروا نہیں ہے۔ جھوٹ کو جائز سمجھ لیا گیا ہے۔ اور کوئی شخص اسپر اعتراض نہیں کرتا۔ کیونکہ جنگ کی مشکلات کو اب ایک بچہ بھی تسلیم کرتا ہے۔ پس مہابھارت جیسی عظیم جنگ اور درون جیسے آزمودہ کار جنرل کو شکست دینے کی سوائے اِس مکر کے اور کوئی صورت نہ تھی۔ سری کرشن نے جو کچھ کیا عین اصول حرب کے موافق کیا اور اس سے اُنپر کسی قسم کا الزام عائد نہیں ہو سکتا ؀

مسلمانوں کے ہاں بھی الحرب خدعۃ آیا ہے۔ یعنے لڑائی میں مکر کی اجازت دیگئی ہے۔ مگر ایسا مکر جائز ہے جو عہد او روعدہ کے خلاف نہ ہو۔ درون سے جو مکر کیا گیا اُس میں صرف ایک قسم کا ہلکا سا دھوکا تہا۔ یا مغالطہ تہا۔ عہد شکنی کا

قریب اس میں تھا۔ البتہ دریودھن کی فوج نے جو فریب کیے ہیں وہ دغابازی کی
حد تک پہنچتے ہیں چنانچہ اسی درون کے بیٹے اشوتھامہ نے دریودھن کے زخمی ہو
اور شکست پانے کے بعد ایک رات کو چوروں کی طرح آکر پانڈو خاندان کے تمام
نوجوان شہزادوں کو ذبح کر ڈالا تھا۔ حالانکہ یہ حرکت مردانگی اور آئین حرب کے بالکل
خلاف تھی۔ سوتے آدمی کو بےخبری میں مارنا نہایت کمین کام ہے ۔
سری کرشن معلم عشق تھے۔ معلم جنگ تھے۔ معلم معاشرت تھے۔ معلم آخرت تھے۔
ان کے اس فعل سے سوائے اس کے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ انہوں نے فن حرب کی
ایک عملی مثال دنیا کو دکھا دی۔ اب چاہے کوئی اچھا کہے یا برا کہے ان کو یا ان کی برتر
و برگزیدہ شان کو اس سے کچھ سروکار نہیں۔ نہ اس سے ان کے پاکیزہ خصائل پر
کوئی دھبہ لگ سکتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے جو کچھ کیا درون کی حرکات قبیح کے
جواب میں کیا۔ اور انصاف سے دیکھا جائے تو بہت کم کیا۔ درون برہمن تھا
درون مذہبی پیشوا بھی سمجھا جاتا تھا۔ اس کا فوجی عہدہ بھی سب سے برتر تھا
مگر اس نے سب سے پہلی بے ضابطگی تو یہ کی کہ حریف کے خلاف ایسے ہتھیار
استعمال کئے جن کا علم حریف کو نہ تھا۔ اور ان سے بے شمار جانیں بے پناہ
ہلاک ہوگئیں ۔
آجکل جرمن قوم پر سب سے بڑا الزام یہ ہے کہ وہ لڑائی میں ایسے ہتھیار کام میں لاتی
ہے جن کا جواب اس کے دشمنوں کے پاس نہیں ہے۔ یا اس قسم کے طریقے اختیار
کرتی ہے جن سے انسانوں کی جانیں زیادہ ضایع ہوں۔ آبدوز کشتی کے ذریعہ
مسافری جہازوں کو غرق کر دیا جاتا ہے۔ اور ہزاروں بے گناہ شہری عورتیں
بچے۔ بوڑھے ڈوب کر مر جاتے ہیں۔ یا ہوائی جہازوں سے شہروں پر بم پھینکے جاتے
ہیں۔ جن سے غیر جنگی آبادی ہلاک و تباہ ہوتی ہے۔ یا میدان جنگ میں زہر یلی گیس استعمال

ہوتی ہے جو آدمیوں کو دم گھونٹ کر مار ڈالتی ہے ؛

لہٰذا اگر جرمنوں کے دشمن بھی کوئی مکارانہ چال ان کے خلاف کریں تو کوئی منصف مزاج شخص ان کو ملزم نہ کہے گا ؛

یہی حال درون اچار یہ کا ہوا۔ وہ جنگ کی سائنس سے واقف تھا۔ اسکو ایسے ہتھیار معلوم تھے جو آناً فاناً میں ہزاروں آدمیوں کو فنا کردیں۔ وہ ایسی عجیب ترکیبیں لڑائی کی جانتا تہا جنکا توڑ دشمن کو معلوم نہ تہا۔ پسران پانڈو کی فوج نے دیکھا کہ درون باوجود برہمن ہونے کے یہ پاپ کر رہا ہے کہ تباہ کن آلات حرب سے ہماری فوجوں کی صفیں کی صفیں مری چلی جاتی ہیں۔ اور ہم اس کا کچھ علاج نہیں کرسکتے۔ تو کیا وہ درون کو معاف کردیتے۔ آج ہم ومدم گولیوں کے استعمال پر طعن کرتے ہیں کہ ان سے زخم گہرا پڑتا ہے۔ اور آدمی مرتے زیادہ ہیں۔ کل درون کو ہم کسطرح معاف کرسکتے تھے جس نے برہمن ذات ہوکر خلاف آدمیت آلات مہلک استعمال کئے اور ہزاروں بیگناہوں کو مار ڈالا۔

دوسرے درون نے ایک کمینی حرکت اور کی جو فنون جنگ۔ اور آداب حرب کے سراسر خلاف تھی۔ اور درون جیسے اعلیٰ درجہ والے کی شان سے گری ہوئی تھی۔ اور وہ یہ کہ ایک دن اثنار جنگ میں سری کرشن اور ارجن نقشہ جنگ کی تجاویز سوچنے کو میدان کارزار سے غیر حاضر تھے۔ اور ارجن کا بیٹا ابھے مینو جو سری کرشن کی بہن سوبھدرا کے بطن سے تھا باپ کی جگہ فوج کی کمان کر رہا تہا۔ درون نے موقع پاکر اپنے لشکر کے چھ مشہور جنرل منتخب کئے۔ اور ساتواں خود اُن کے ساتھ ہوا۔ اور سب نے ملکر بچارے ابھے مینو کو گھیر لیا جس کی عمر اس وقت سولہ برس کی تھی۔ ابھے مینو نے ہرچند داد شجاعت دی۔ اور خوب ہاتھ دکھائے۔ مگر سات خرانٹ تجربہ کار جنرلوں کے آگے سولہ برس کا بچہ کی کیا حقیقت تھی۔ زخمی ہوکر گرا۔ اور جیدرتھ راجہ سندھ نے اسکا سر کاٹ لیا۔

ابھیمینو کے قتل نے یدہشٹر کے لشکر میں ہل چل ڈالدی اور اسقدر عظیم الشان کہرام وماتم برپا ہو جس کی کچھ حد نہیں۔ شام کو ارجن اور سری کرشن واپس آئے تو یہ حال سُنکر اُن کو بھی قلق ہوا۔ اور ارجن نے جیدرتھ کو دوسرے دن مار کر خون پسر کا عیوض لے لیا ؛

درون کی یہ صریح اور صاف کمینی حرکتیں دیکھ کر سری کرشن نے یہ مکر تجویز فرمایا تھا۔ تو کون کہہ سکتا ہے کہ یہ تجویز ناروا تھی۔ درون کو شرم نہ آئی جب وہ ایک خورد سال لڑکے پر سات جنرلوں کو لیکر چڑھ گیا۔ اور عالم تنہائی میں اُس کو مار ڈالا۔ سری کرشن کی اس تجویز میں سوائے درون کی ذات کے اور مخلوق خدا کا نقصان نہ تھا۔ اُنہوں نے ایک بدذات موذی کو ہلاک کرکے ہزاروں جانوں کو بچا لیا۔ جو اس شتر کے بے پناہ آلات حرب سے برباد ہو رہی تھیں۔ لہٰذا ایسا مکر۔ ایسا جھوٹ۔ ہزار دیانتوں اور لاکھ سچائیوں سے اعلیٰ ہے۔ جو بندگان خدا کی جان بچائے ؛

کرن کا میدان

بھیشم اور درون کی موت نے دریودہن کے حوصلے پست کر دیئے تھے اسکی سپاہ پراگندہ خاطر اور دل برداشتہ ہو رہی تھی۔ تاہم حسد کی آگ رہ رہ کر سہارا دیتی تھی دوسرے دن مرا تو اُس نے کرن کو سپہ سالاری دی۔ اور دوسرے دن کرن نہایت کروفر سے میدان میں افواج کو لڑانے نکلا۔ اور خوب ہنر مندیاں جنرلی کی دکھا دیں ؛ کرن نے قسم کھا رکھی تھی کہ یا تو ارجن کو میں قتل کرونگا۔ اور یا اُس کے ہاتھ سے خود مارا جاؤں گا۔ اِس واسطے کرن کی سپہ داری نے لڑائی میں عجیب طرح کی جان ڈالدی تھی۔ دریودہن کی فوج کو خیال تھا کہ کرن ضرور ارجن کو مار ڈالیگا۔ کیونکہ فن حرب میں اسکی برابر کا ہے۔ اور شوق انتقام میں اس سے بڑھا ہوا ہے ؛

یدہشٹر کی سپاہ کو ایک طرف ارجن کا فکر تہا۔ تو دوسری طرف یہ آس لگی ہوئی تہی کہ کرن کے بعد میدان صاف ہے۔ اسکو مار لیا تو گویا دریودہن کو مار لیا۔ پھر کوئی کانٹا میدان میں باقی نہ رہے گا۔ غرض اسی امید وبیم میں کرن کی جنگ شروع ہوئی۔ کرن نے بھیشم اور درون کی طرح یدہشٹر کی فوج کا بہت نقصان کیا۔ وہ تاک تاک کر ارجن کے تیر مارتا تہا۔ اور ارجن بھی چاہتا تہا کہ کرن کے سامنے جاکر مقابلہ کرے۔ مگر سری کرشن ارجن کے رتھ کو کرن کے سامنے نہ لیجاتے تھے۔ اور طرح دے دیکر موقع ٹال رہے تھے کرن نے اسکو ارجن کی بزدلی اور کمزوری پر محمول کیا اور اُس کا دل شیر ہوتا گیا۔ اور سری کرشن کا منصوبہ یہ تہا کہ جب کرن خوب تھک جائیگا اُسوقت ارجن سے مقابلہ کراؤں گا۔

آخر کئی دن کے بعد سری کرشن ایکا ایکی ارجن کے رتھ کو کرن کے سامنے لیکر پہنچ گئے۔ اور ان دونوں بہادروں کی لڑائی شروع ہوگئی۔ اس وقت دونوں لشکر سناٹے کے عالم میں کھڑے سیر دیکھتے تھے۔ اور ہر شخص کا دل انجام کے خیال سے دھڑک رہا تہا کرن ارجن سے ایسا جی توڑ کر لڑا کہ بایدوشاید۔ ارجن کے اوسان باختہ ہوگئے۔ مگر سری کرشن نے رتھبانی کے ہنر سے کرن کو گھبرا دیا۔ وہ رتھ کو ایسے چکر دے دیکر پھر لیتے تھے کہ کرن اپنے ہتھیاروں کی شست قایم نہ رکھ سکتا تہا۔ اسی اثنار میں کرن کے رتھ کا پہیہ کیچڑ میں پھنس گیا۔ اور اُس نے ارجن کو آواز دی کہ ذرا ہاتھ کو روک لو میں پہیہ کیچڑ سے نکال لوں چونکہ یہ بات آداب جنگ میں شامل تھی۔ ارجن نے ہاتھ روک لیا۔ اور کرن خود اُتر کر پہیہ کیچڑ سے نکالنے لگا۔ اُس وقت سری کرشن نے کرن کو ملامت کرنی شروع کی اور فرمایا۔ آج تو آداب جنگ کی پناہ ڈھونڈھتا ہے کل کیا ہوا تہا جب تو نے سات آدمیوں کے ساتھ ہوکر اکیلے ابھے منیو پر حملہ کیا اور آئین جنگ کے خلاف اُسکو مار ڈالا۔ کیا تو بھول گیا کہ تو نے دروپدی کی بے عزتی کو خوش

گھمنڈ تہا۔ جسکو اپنے جنرلوں سے فنون جنگ پر غرور تہا۔ جو خدا کی عادل قوتوں سے خم ٹھونک کر مقابلہ کرنے چلا تہا۔ دیکھو وگز کی اِس عزت والی مورت کو خاک پر لوٹی پڑی ہے۔ اسکی اُمیدیں چھوٹ گئیں۔ اسکی تمنائیں پامال ہوگئیں۔ اسکے ارمان دلمیں مرگئے ؛

یہ دریودہن ہے۔ نتیجہ ظلم کاری ہے۔ نمونہ ستم شعاری ہے۔ بھائیوں کا حق چھیننے والا۔ عورت کی بے حرمتی کرنے والا۔ دغا فریب کا پتلا۔ خواہش نفس کا غلام آؤ دیکھو۔ اس کا انجام دیکھو ؛

مٹی کا بچھونا ہے۔ تنکوں کا تکیہ ہے۔ کانٹوں پر لوٹتا ہے۔ خون میں ڈوبا ہوا حیات چند روزہ کا خواب دیکھ کر موت کے ہاتھوں بیدار ہوتا ہے ؛

آخری سفاکی

یدہشتر بھائیوں کو لیکر اُلٹا پھرا۔ شام ہوگئی تھی۔ دریودہن میدان میں زخمی پڑا تھا کہ اس کے باقیماندہ تین جرنیل سرہانے آکر کھڑے ہوئے اور اسکی حالت دیکھکر بے اختیار رونے لگے۔ ان تینوں میں اشوتھاما فرزند درون اچاریہ بھی تہا ؛

اشوتہاما نے کہا "اے راجہ مجھ کو اجازت دے کہ آج میں تیرا اور اپنے باپ کا دشمنوں سے بدلہ لوں" دریودہن مر رہا تھا مگر اسکی خبیث روح خوشی سے پھڑکنے لگی اور اُس نے کہا۔

"ہاں ہاں تجھ کو اجازت ہے جا اور بدلہ لے کے میری جان کو ٹھنڈا کر" اشوتھاما نے کہا میں حریف پر شب خون مارنا چاہتا ہوں۔ جنرل کرپا نے کہا یہ تو بڑے گناہ کی بات ہے اور ہمارے بزرگوں نے کبھی ایسی کمین حرکت نہیں کی۔ اشوتہاما بولا۔ بس چپ رہو۔ آج سب کچھ جائز ہے ؛

یہ کہہ کر وہ چپ چاپ رات کی تاریکی میں دشمن کے خیموں کے اندر گھس گیا اور پہلے دیومن پسر راجہ دروپد کے خیمہ میں پہنچا جس نے اشوتھاما کے باپ درون اچاریہ کو قتل کیا تہا۔ دیومن اسوقت بے خبر سوتا تہا۔ کمبخت نے سوتے میں اُسکو ذبح کر ڈالا اور باپ کے انتقام سے جی ٹھنڈا کیا۔ اس کے بعد پانڈو خاندان کے جسقدر شہزادے اور جتنے ان کے حمایتی راجہ اور سردار تھے سب کو خیموں میں گھس گھس کر ہلاک کر دیا۔ اتفاق سے سری کرشن اور یدہشٹر سب بھائیوں سمیت اس رات کیمپ میں نہ تھے باہر ٹھہر گئے تھے۔ ورنہ ان کی ہلاکت بھی یقینی تھی ؛

اشوتھاما اس آخری سفاکی کو پورا کرکے صبح ہوتے دریودہن کے پاس گیا وہ اسوقت سکرات کے عالم میں تہا۔ چند سانس باقی رہے تھے کہ اشوتہاما نے اُس کو یہ خوش خبری سُنائی۔ دریودہن اس پُرجفا قتل کاری کی اطلاع سے بہت خوش ہوا اور بولا اب میری جان بہت آسانی سے نکلیگی۔ تو نے بڑا اچھا اور خوب شاندار کام کیا۔ یہ کہا اور آخری ہچکی لیکر مر گیا ؛

لڑائی ختم ہوگئی تو تجویز ہوئی کہ دریودہن کے ماں باپ کو اس انجام کی خبر دینے کے لئے سری کرشن کو بھیجنا چاہئے۔ تاکہ وہ ان کو تسلی دلاسا دے سکیں۔ سری کرشن نے اسکو منظور کیا۔ اور میدان جنگ سے دہرت راشٹر کے پاس تشریف لیگئے دریودہن کے ماں باپ نے جب یہ خبر سُنی تو بڑا واویلا مچایا۔ مگر سری کرشن نے فلسفیانہ تقریر سے ان کو صبر تلقین کرکے خاموش کر دیا۔ آخر سب عورتوں نے خواہش کی کہ ہمکو میدان جنگ دکھا دو۔ سری کرشن نے قبول کیا اور ان کو لیکر کروکشیتر میں تشریف لائے۔ یہ تہانیسر اور پانی پت کے درمیان ہے۔ جہاں مہابھارت کی لڑائی ہوئی تھی ؛

جب عورتوں نے اپنے خاوندوں۔ اپنے بھائیوں۔ بیٹوں۔ باپوں کی لاشیں دیکھیں تو ان کا روتے روتے عجب حال ہو گیا۔ اور دریودھن کی ماں گندھاری سری کرشن کو کوسنے لگی۔ اور کہا۔

"یہ سب تیرا کیا کام ہے۔ پانڈو کے لڑکے تو لڑائی پر آمادہ نہ تھے تو نے اُن کو اُکسا اُکسا کر لڑایا۔ اور یہ روز بد دکھایا"

سری کرشن نے گندھاری کی بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ اور چپ کے کھڑے مسکراتے رہے۔

وہ جاہل کو کیا جواب دیتے بے شک وہی اس رزم عظیم کے بانی مبانی تھے بلا شبہ ان ہی کی مسلسل تدبیروں سے پسران پانڈو کو فتح نصیب ہوئی تھی۔ مگر فساد کی بنا تو خود گندھاری کا بیٹا دریودھن تھا۔ سری کرشن اس غمزدہ سے کیا منہ لگتے اور اس سے کیا کہتے کہ دیوانی کردنی خویش آمدنی پیش۔

یدھشٹر کی تخت نشینی

یہ سب کچھ ہو چکا تو یدھشٹر سے درخواست کی گئی کہ تخت پر بیٹھے۔ مگر اُس نے انکار کیا۔ اور کہا سارے خاندان کو ہلاک کر کے کیا خاک بادشاہت کروں ہر چند اُسکو سمجھایا گیا مگر وہ نہ مانا۔ یہاں تک کہ خود دہرت راشٹر اور گندھاری نے بھی منت سے کہا کہ اب تیرے سوا کون مُلک کی حفاظت کر سکتا ہے۔ مگر یدھشٹر نے نہ مانا تو سری کرشن سامنے آ کر بولے۔

"سُن سُن او دیوانے۔ ترک دُنیا کیا ہے۔ اور دخل دنیا کیا ہے اپنے وجود کو دیکھ۔ اس میں اعضا ہیں۔ ان کے فرائض ہیں۔ ان میں زندگی ہے۔ زندگی کا حق کام ہے۔ چھتری نسل میں پیدا ہوا ہے مرنے مارنے کا کیا غم کرتا ہے

چل اُٹھ تخت پر بیٹھ۔ تاج پہن۔ خلق خدا کی حفاظت کر کہ وہی تیرا سب سے بڑا عمل اور کرم ہے"

یہ تقریر بہت طویل اور مؤثر تھی مگر ہم نے صرف خلاصہ مطلب لکھدیا۔ کیونکہ سری کرشن کی یہ تمام اصلی تقریریں حصہ دوم میں معہ حواشی کے لکھی جائینگی*

یدہشٹر سری کرشن کی تقریر سے متأثر ہوا اور فوراً بسر و چشم کہکر تخت پر بیٹھ گیا مگر کفارہ کے ایک جلسہ کی تیاری شروع کردی*

سری کرشن ان سب کو مطمئن کر کے دہلی سے روانہ ہوئے اور سیدھے دوارکا تشریف لے گئے*

چند روز کے بعد پھر دہلی تشریف لائے۔ اور آپکے اُن کے ہاتھ سے ایک مُردہ زندہ ہوا جس کی تفصیل یہ ہے*

ابھے منیو کے مُردہ بچہ کا زندہ ہونا

یہ تو ابھی پڑھا ہوگا کہ اشوتہاما نے پانڈو زادوں کے تمام نوجوان شہزادوں کو تہ تیغ کر ڈالا تہا۔ اور کوئی لڑکا ایسا نہ بچا تھا جو یدہشٹر کے بعد تاج و تخت کا وارث ہوتا مگر رانی اُترا حاملہ تھی جو ابھے منیو مقتول کی بیوہ اور سری کرشن کی بھانجی بہو ہوتی تھی۔ اُس کے حمل پر سب کی آنکھیں لگی ہوئی تہیں۔ کہ خدا اس کو بیٹا دے تاکہ نسل آگے بڑہے۔ اور پانڈو کا نام زندہ رہے*

اشومیدہ یگ (کفارہ کا جلسہ) ہونے والا تھا۔ سری کرشن بھی اسکی شرکت کو دوارکا سے دہلی تشریف لائے جس دن وہ شہر میں داخل ہوئے اُسی روز رانی اُترا کے ہاں مُردہ لڑکا پیدا ہوا*

بچہ کو مُردہ دیکھ کر کہرام مچ گیا جس پر آس لگی ہوئی تھی وہی مردہ پیدا ہو تو جتنا

ماتم کیا جاتا کم تھا۔

سری کرشن نے سُنا تو وہ بھی محل میں تشریف لائے۔ اور مُردہ بچہ کو دیکھا۔ مستورات نے ان کو گھیر لیا۔ اور رو رو کر فریاد کرنے لگیں کہ پتہ کسی طرح اِس بچہ کو زندہ کر دو۔ ورنہ ہمارے خاندان کا خاتمہ ہو جائیگا۔

سری کرشن کچھ دیر تو خاموش رہے۔ اِس کے بعد بچہ سے مخاطب ہو کر فرمایا "ارے او خاک کے پُتلے! سُن میں نے ساری عمر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ نہ کبھی میدان جنگ سے بھاگا۔ اگر میری اِن نیکیوں کی خدا کے ہاں کچھ قدر ہے تو اُنکے طفیل تو زندہ ہو جا۔"

اِتنا کہنا تھا کہ بچہ حرکت کرنے لگا۔ اور اُس میں سانس پیدا ہو گیا۔ سری کرشن کا یہ معجزہ دیکھ کر تمام حاضرین ان کے قدموں میں گر پڑے۔

اِس بچہ کا نام پریکشت رکھا گیا۔ اور آخر میں یدھشٹر کے بعد یہی تاج و تخت کا وارث ہوا۔

مردہ کا زندہ کر دینا آریہ سماجی حضرات کو عجیب معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ اس کے تسلیم کرنے میں تامل کرتے ہیں۔ مگر مسلمانوں کی قوم اِس واقعہ پر کچھ بھی تعجب نہ کریگی اس کا ایمان ہے کہ خدا تعالیٰ جب چاہے اپنے بندوں کے ہاتھ سے مُردے زندہ کرا سکتا ہے۔ اگلے زمانہ کے پیغمبروں نے مردے جلائے ہیں آخر زمانہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی اُمت کے اولیاء اللہ نے بیسیوں مردے زندہ کئے ہیں۔

اگر آج یورپ و امریکہ کے فلاسفر اور سائنس داں کوئی مشین یا طریقہ مردہ زندہ کرنے کا ایجاد کر لیتے تو غالباً آریہ سماجی صاحبان سری کرشن کے اس معجزہ کو بھی قبول کر لیتے کیونکہ وہ اور ان جیسے تمام پرستاران عقل خواہ وہ ہندو

دوسرے ہموطن گروہ سے ٹوٹا ہوا اور بگڑا ہوا نظر آتا ہے - ایک اصولی اتحاد کے بغیر ہندوستان حکومت خود اختیاری کے قابل قیامت تک نہ سمجھا جائے گا۔ اور اس کا ذریعہ یہی ہے کہ ہندو اپنے عقائد گھروں اور دلوں تک محدود رکھیں - اور مسلمانوں سے ان کو ٹکرانے کی کوشش نہ کریں - اور مسلمان اپنے عقائد و اعمال میں خانگی طور پر سرگرم رہ کر دوسرے فرقوں اور مذاہب کی مداخلت سے احتیاط رکھیں تاکہ باہر کی دنیا میں طرزِ عمل اور برتاؤ ہم سب کا بالکل متحد نظر آئے۔ اور یہ جب ہی ہوگا کہ ہم ایک دوسرے کے بزرگوں کی عزت کرنا سیکھیں اور ان سے واقفیت حاصل کر کے غیر ہندی اقوام کے سامنے ان کا ذکر فخر کے ساتھ کیا کریں کہ ہمارے کرشن ایسے تھے - ہمارے رام ایسے تھے - ہمارے اکبر ایسے تھے - ہمارے شاہ جہاں ایسے تھے ❊

کرشن بیتی یا حیات سری کرشن میں نے اپنے ذاتی عقائد و خیالات کی بنا پر لکھی ہے - مجھے اس پر اصرار نہیں ہے کہ ہر شخص میرا ہم خیال ہو جائے - تاہم میں نے واقعات کے بیان کرنے میں ذاتی رائے کو دخل نہیں دیا - حالات تو جوں کے توں جیسے ہندو کتابوں - ہندو روایتوں میں مذکور ہیں بلا کمی بیشی کے لکھ دئے - البتہ کہیں کہیں اظہار واقعہ کے بعد اپنی رائے لکھ دی ہے یا کیفیت کو عام فہم کرنے کی خاطر ذرا طول دیدیا ہے ❊

سری کرشن کی تقریریں جسقدر اس کتاب میں ہیں وہ بجنسہ ان کے الفاظ کا ترجمہ نہیں ہے - بلکہ اپنے طرز تحریر میں مفہوم اور مقصد ادا کر دیا گیا ہے -

رادھا جی کی نسبت میں نے جو کچھ رائے لکھی ہے وہ صرف عارف باللہ ہندو تسلیم کر سکیں گے ورنہ جو عقیدہ ہزاروں برس سے دلوں میں جما ہوا ہے وہ مجھ اجنبی کے لکھنے سے دور ہونا محال ہے ❊

ہے کہ میری نیت کا لحاظ رکھا جائیگا۔ اور ہندو اس کا خیال رکھیں گے کہ میں نے جان بوجھ کر کوئی غلطی نہیں کی۔ اجنبیت کے سبب کچھ خلاف ہوگیا ہو تو قابل گرفت نہیں۔

لئے ہندوستانیوں اب اُن اختلافات کو بھول جاؤ۔ جو حکمرانی کی کشمکش نے ہندو مسلمانوں میں ڈالے تھے۔ اب تم دونوں تیسرے کے محکوم ہو۔ اب تو تم کو ایک تن۔ ایک من۔ ایک دہن ہو کر اسی ملک میں زندگی بسر کرنی چاہیئے۔

دیباچہ
طبع ثالث

خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کتاب کرشن بیتی کا دوسرا ایڈیشن ختم ہوا۔ اور دوبارہ چھاپنے کی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ تیسری مرتبہ چھپکر تیار ہوئی۔ اور اب شایع ہوتی ہے۔

لئے مخالفت نہ کی

جب میں یہ کتاب لکھ رہا تھا تو بعض لوگ خیال کرتے تھے کہ اس میں سری کرشن کی اتنی زیادہ تعریف کیگئی ہو کہ ہندو بھی نہیں کر سکتا۔ اس تعریف کو عوام پسند نہ کرینگے اور اسکی مخالفت کا جوش پیدا ہوگا خصوصاً وہ مسلمان جو سری کرشن سے واقف نہیں ہیں اس کتاب کو دیکھ کر ناراض ہونگے اور کہیں گے کہ ایک مسلمان کو مناسب نہ تہا کہ وہ ہندو اوتار کی اتنی تعریف کرے۔

مگر میں اس صلاح و مشورہ کی کچھ پروا نہ کرتا تھا۔ کیونکہ جانتا تہا کہ مسلمانوں کی قوم اپنے سچے مذہب اسلام کی تعلیم کے سبب کبھی کسی غیر مذہب بزرگ کی تعریف سے ناراض نہیں ہوسکتی بشرطیکہ اس مذہبی بزرگ کی پاکبازی ثابت کرکے دکھادی جائے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ کرشن بیتی کی کسی مسلمان نے مخالفت نہ کی۔ بلکہ مسلمانوں کے بڑے بڑے علماء و مشایخ و فلاسفروں نے اسکی تعریف میں اور پسندیدگی میں مضامین شایع کئے۔

مجھ کو کارکن صاحب دفتر حلقہ المشایخ نے اطلاع دی کہ کرشن بیتی کے خریدنے والے آدھے سے زیادہ مسلمان ہیں یعنی مسلمانوں نے ہندوؤں سے زیادہ اس کتاب کو خریدا۔ اور پڑھا جو دلیل ہو اس بات

کی کہ مسلمانوں نے اسکو پسند کیا۔ اور ان کو اس سے کسی طرح کا اختلاف نہیں ہے۔

مسلمانوں کے لئے یہ کتاب لکھی گئی تھی۔ اور انہوں نے ہی اسکی بڑی قدر دانی کی۔ اسپر میں خدا کا شکرانہ ادا کرتا ہوں۔ مسلمانوں کی قوم قرآن شریف کی تعلیم پر ایمان رکھتی ہے اور قرآن میں لکھا ہے کہ خدا نے ہر ملک میں نبی اور پیغمبر بھیجے تھے۔ اور کوئی قوم بھی ایسی نہیں گزری جسمیں خدا کی طرف سے ہادی نہ گیا ہو قرآن میں ہے ولِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ہر قوم کو ایک ہدایت کرنیوالا دیا گیا۔ پھر وہ کیوں ہندوستان کے ہادی سری کرشن کے اصلی حالات سنکر اور پڑھ کر کرشن بیتی کی مخالفت کرتے۔ مسلمان ایک سچے اور سچوں کی قدر کرنے والے مذہب کے پیرو ہیں۔ انپر یہ بدگمانی کبھی نہ کرنی چاہیئے کہ وہ غیر مذاہب کے بزرگوں اور ہادیوں کے منکر ہیں۔ یا مخالف ہیں۔ یا ان کا اصلی تذکرہ سننا نہیں چاہتے۔

ہندوؤں کی قدردانی

بحیثیت مجموعی ہندو قوم نے بھی اسکی قدر دانی میں حصہ لیا مگر مسلمانوں سے کم۔ مگر جن ہندوؤں نے اس کو ایک دفعہ پڑھا تو پسندیدگی کے اظہار سے باز نہ رہے۔ چنانچہ کئی سو خطوط ہندو حضرات کے کرشن بیتی کی تعریف میں میرے پاس آئے۔ اور سا انگریزی گجراتی۔ ہندی اردو اخبارات جسقدر ہندوؤں کے ہاتھ میں ہیں انہوں نے اس کی تعریف میں بڑے بڑے لیڈر لکھے۔ مدراس کے مشہور انگریزی اخبار ہندو انڈیا اور الہ آباد کے نامور انگریزی پرچہ لیڈر میں کئی بار کرشن بیتی کی تعریفیں ہندوؤں کی طرف سے شائع ہوئیں۔

ہندو ریاست میسور

نے بغیر میری ترغیب کے بلکہ بالکل میری بیخبری میں اسکو تعلیمی محکمہ کے لئے منظور کیا۔ اور امید ہے کہ دیگر اسلامی اور ہندو ریاستیں بھی اپنی رعایا کے ہندو مسلمان طالبعلموں کو اس کتاب سے فائدہ اٹھانے کی رغبت دلائینگی۔ تاکہ اتحاد خیالات کا مقصد پورا ہو۔

انگریزی ترجمہ

میرے دوست جناب مولوی حفیظ صاحب ایم اے ڈپٹی اکاؤنٹنٹ جنرل دہلی کرشن بیتی کا انگریزی ترجمہ کر رہے ہیں۔ جو امید ہے کہ ایسا ہی پسند کیا جائیگا جیسی کہ اصل کتاب قبول ہوئی۔

ریویو

کرشن بیتی کی نسبت اخبارات و اشخاص کے اتنے زیادہ ریویو تھے کہ اگر ان سب کو شائع کیا جاتا تو کتاب ڈبل ہو جاتی۔ اسواسطے میں نے طبع ثالث میں ان کو نہیں لیا۔ صرف ہز اکسلنسی یمین السلطنت مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر سابق وزیر اعظم حیدر آباد دکن۔ اور جناب مولانا عبدالماجد صاحب بی۔ اے مصنف فلسفہ جذبات و فلسفہ اجتماع وغیرہ کے ریویو درج کر دیئے۔ تاکہ ایک رائے ہندوؤں کی طرف سے ہو جائے اور ایک مسلمانوں کی جانب سے۔

کرشن بیتی کا دوسرا حصہ

اکثر لوگ دریافت کرتے ہیں کہ کرشن بیتی کا دوسرا حصہ جس کا ذکر جگہ جگہ کتاب ہذا میں آیا ہے کب شائع ہوگا۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ دوسرے حصہ کے شائع ہونے میں ابھی دیر ہے کیونکہ میں بہت کم فرصت ہوں۔ اور دوسرے حصہ کا کام اتنا نازک و مشکل ہے کہ پوری فرصت کے بغیر پورا نہیں ہو سکتا۔ غالباً ۱۹۲۲ کے آخر تک (اگر زندہ رہا اور خدا نے مدد کی) یہ حصہ تیار ہو جائیگا۔

وحی نازل کرے۔ اور اپنے پوشیدہ راز اسپر ظاہر کرے کیسی کچھ طاقت رکھتا ہے
اور اس میں اور خدا کی ذات میں کچھ بھی فرق باقی نہ رہتا ہوگا۔

ہندؤں کے ہاں بھی اوتار کا یہی مطلب ہے کہ جب کسی قوم یا ملک کے اعمال خراب ہوجاتے ہیں تو خدا ایک آدمی کو اپنی ذاتی و صفاتی قوتیں دے کر ظاہر کرتا ہے۔ اور وہ آدمی اِن طاقتوں سے اِن خرابیوں کی اصلاح کردیتا ہے اس آدمی کو ان کی زبان میں اوتار کہتے ہیں۔

لہذا ہندؤں کے اوتار اور مسلمان کے پیغمبر کے ایک ہی معنے ہیں اور اِن دونوں میں کچھ بھی فرق نہیں ہے۔ اگر کچھ فرق ہے تو صرف زبان کا ہے۔ الفاظ کا ہے یا عادات و خصائل کا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ہندو اوتار کی نسبت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اوتار خود خدا ہوتا ہے یعنی خدا اوتار کی شکل میں نمودار ہوتا ہے یا بعض کہتے ہیں کہ خدا اوتار کے اندر حلول کرلیتا ہے یعنے اوتار کے جسم میں سما جاتا ہے۔ اور مسلمان اپنے پیغمبروں کی نسبت یہ عقیدہ نہیں رکھتے۔ بلکہ خدا کو ایک علٰحدہ ہستی اور پیغمبر کو ایک جداگانہ وجود تسلیم کرتے ہیں پھر ہندؤں کے اوتار اور مسلمانوں کے پیغمبر میں کیونکر مطابقت ہوسکتی ہے
اِس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ مذہب اسلام خدا کی ذات کو کسی شکل یا ہیئت میں محدود نہیں مانتا۔ بلکہ اُسکو اِن تمام باتوں سے علٰحدہ سمجھتا ہے تو پھر جب وہ اپنے نیک بندوں کی آنکھ زبان اور ہاتھ بن جاتا ہے تو اُس کا مطلب یہی ہونا چاہئے کہ اسکی ذات و صفات کی قوت کا ظہور بندہ کی آنکھ زبان اور ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اور اسیواسطے کہا گیا ہے کہ فلاں بندہ مظہر ذات سبحانی ہے۔ یعنی فلاں شخص کے اندر ذات الٰہی نے اپنا جلوہ ظاہر فرمایا ہے۔ اور وہ شخص خدا کی ذات کا آئینہ ہے۔ یعنی اس میں خدا کی ذات نظر آتی ہے۔

حالانکہ دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ اس آدمی میں اسکی آدمیت کے سوا اور کوئی نئی چیز ظاہر اد کھائی نہیں دیتی۔ بلکہ وہ عام آدمیوں کی طرح ایک آدمی ہوتا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ پیغمبروں کے اندر بھی خدا کی ذات وصفات اپنا دخل کہتی ہے۔ اور پیغمبر خدا کی ذات سے قائم ہوتا ہے۔ خدا کی آنکھ سے دیکھتا ہے خدا کی زبان سے بولتا ہے۔ اور خدا کے ہاتھ سے کام کرتا ہے۔

ہندو بھی اوتار کو بالذات خدا نہیں کہتے۔ اگر بالذات خدا کہتے تو لفظ اوتار کے استعمال کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اوتار کا لفظ استعمال کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اوتار کو حقیقی خدا نہیں سمجھتے اور نہ خدا ایسی چیز ہے کہ ایک آدمی کے اندر مقید ہو جائے۔ بلکہ ہندو اُسی شخص کو اوتار کہتے ہیں کہ جس کے اندر خدا کی ذات وصفات کا جلوہ نمایاں ہو۔ اور وہ خدا کی صفات کا آئینہ ہو گیا ہو۔

آگے جا کر لالہ کنور سین صاحب ایم اے۔ پرنسپل لا کالج لاہور کا ایک مضمون سری کرشن کے اوتار ہونے کے متعلق درج کیا گیا ہے۔ اس سے بیان پر روشنی پڑ سکتی ہے کہ ہندو جسکو اوتار کہتے ہیں اور مسلمانوں کے ہاں جس کا پیغمبر نام ہے وہ دونوں ایک ہی چیزیں ہیں، آپس میں کچھ فرق نہیں ٭

مسلمانوں میں سری کرشن کا اوتار

یہ تمہید بیان کرنے کے بعد اب اصل مقصود بیان کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے سری کرشن کے اوتار کو کیونکر مان لیا۔ لیکن قبل اس کے کہ اس بیان کو شروع کیا جائے یہ کہدینا ضروری ہے کہ یہ عقیدہ ثبوت ہے اس بات کا کہ سری کرشن اتنی عظیم الشان شخصیت رکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں ایک بہت بڑا گروہ انکی بزرگی کا قائل پایا جاتا ہے۔ اور اپنے پیغمبر کو ان کا اوتار سمجھتا ہے۔ میں اس کتاب میں چال

بطور ضمیمہ کے محض اس وجہ سے بڑھانا چاہتا ہوں کہ کرشن بیتی پڑھنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ آج بھی سری کرشن کے متعلق غیر ہندو اقوام میں محبت و ادب کے جذبات پائے جاتے ہیں جو لوگ کسی شخص کو سری کرشن کا اوتار تسلیم کرتے ہیں۔ میں اُن کی مخالفت یا موافقت نہیں کرنی چاہتا میرا کام ایک مورخ کی حیثیت رکھتا ہے اور مورخ صرف واقعات اور حالات جمع کیا کرتا ہے۔ اِن واقعات و حالات پر ذاتی عقائد کی بنا پر تائید و مخالفت کرنا اس کے منصب تاریخ نویسی کے خلاف ہے۔

تین چار صدی سے ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک جماعت یہ عقیدہ پھیلا رہی ہے کہ حضرت محمدؐ رسول اللہ سری کرشن کے اوتار تھے۔ یعنی جسطرح سری کرشن کے مختلف اوتار ہندوستان میں ہو چکے ہیں۔ اِسی طرح عرب میں حضرت محمد رسول اللہ بھی ان ایک اوتار تھے۔ اور ان کے اندر وہی نور تھا جو ہندوستان کے اوتاروں میں بار بار ظاہر ہوا۔ جو نور رامچندر جی کے اوتار میں تھا۔ اور جو نور مہاتما بدھ بانی بدھ مذہب کے اوتار میں تھا اور جو نور خود سری کرشن کے اوتار میں تھا وہی نور آخر میں حضرت محمدؐ کے اندر نمودار ہوا۔ اور حضرت محمد سری کرشن کی پیشین گوئی کے موافق ساری دنیا کی ہدایت کے لئے اوتار بنکر ظاہر ہوئے۔

ان لوگوں کا بیان ہے کہ کلجگ کا اوتار آخری اوتار ہے۔ اس کے بعد اور کوئی اوتار نہیں آئے گا۔ یہاں تک کہ پرلے یعنی قیامت ہو جائیگی۔ اور اس دعوی کی سند وہ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں سے پیش کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ کلجگ کے اوتار حضرت محمدؐ نے حضرت علیؑ کو دنیا کے سدھار اور ہدایت کا کام سپرد کر دیا۔ اور حضرت محمدؐ کا اوتاری روپ حضرت علیؑ میں آگیا۔ اور حضرت علیؑ کا اوتاری روپ ان کی اولاد میں نسل بعد نسل آتا رہا اور اب وہ اوتاری روپ ہز ہائی نس سر محمد شاہ آغا خان میں ہے۔

یہ لوگ اتھرون وید۔ گیتا۔ سری مدبھاگوت۔ کلنکی پران۔ وشنو پران

مہابھارت وغیرہ کتابوں کے حوالے پیش کرتے ہیں جنمیں حضرت محمدؐ اور ان کے بعد حضرت علیؑ کے اوتار ہونے کی خبریں دیگئی ہیں۔

ان کا بیان ہے کہ اتھرون وید میں حضرت محمدؐ کا نام صاف طور سے بتایا گیا ہے اور گیتا کے چوتھے ادھیائے کے تیسرے اور آٹھویں شلوک میں آخری اوتار کا ذکر سری کرشن نے کیا ہے۔ اور وشنو پران میں سری کرشن کے ذکر کے آخر میں اس آخری اوتار کا حال ہے۔ اور سری مدبھاگوت کے سکندھ کے پہلے دوسرے اور نویں ادھیائے میں اُس اوتار کی کیفیت ہے۔

پیر صدر الدین پیر امام الدین پیر شمس الدین وغیرہ کے نام تاریخوں میں ملتے ہیں کہ آج سے تین چار سو برس پہلے یہ لوگ ہندوستان میں آئے اور انہوں نے یہ بیان کیا کہ سری کرشن کا آخری اوتار عرب میں ظاہر ہوگیا۔ اور وہ حضرت محمدؐ تھے اور حضرت محمدؐ نے اپنا اوتاری روپ حضرت علیؓ کو دیدیا اور حضرت علیؑ کا اوتاری روپ اُن کی اولاد میں ایک خاص شخص کو دیا جاتا ہے۔ چنانچہ سندھ علاقہ بمبئی۔ گجرات۔ کچھ۔ کاٹھیاواڑ۔ دکن اور پنجاب وغیرہ میں لاکھوں آدمیوں نے اس اوتار کی تصدیق کی اور وہ حضرت علی کو سری کرشن کا اوتار ماننے لگے۔

پنجاب میں پیر شمس الدین تبریزی نے اس خیال کی اشاعت کی تھی جنکا مزار ملتان میں ہے۔ آج لاکھوں کہار اور سنار پنجاب میں موجود ہیں جو شمسی ہندو کہلاتے ہیں اور یہ سب حضرت علیؑ کو کرشن جی کا اوتار مانتے ہیں۔ اور موجودہ سر آغا خان میں اسی اوتاری روپ کو تسلیم کرتے ہیں۔ پیر صدر الدین کی تلقین سے کچھ، گجرات سندھ، کاٹھیاواڑ، دکن، اور علاقہ بمبئی میں لاکھوں آدمی اس عقیدہ کے پیرو ہوگئے۔ اور حضرت علیؓ کو سری کرشن کا اوتار ماننے لگے اور موجودہ سر آغا خان کو وہی کرشن روپ اوتار سمجھتے ہیں۔ علاقہ گجرات میں پیر

امام الدین کے لاکھوں پیرو ہیں۔ اور یہ سب بھی حضرت علی کو سری کرشن کا اوتار مانتے ہیں۔ مگر یہ سر آغا خان کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس فرقہ کا نام امام شاہی ہے اور ان کے ہاں ایک کتاب ست وینی کے نام سے بڑی مقدس سمجھی جاتی ہے۔ انکی بڑی بڑی گدیاں بمقام احمد آباد اور پیرانا اور رنوساری اور برہان پور میں ہیں۔ امام شاہی جماعت کی تعداد بھی اندازاً بیس لاکھ بیان کیجاتی ہے۔ اور اس سے بہت زیادہ آغا خانیوں کی جماعت ہے۔ گویا یہ پچاس ساٹھ لاکھ آدمی حضرت علیؓ کو سری کرشن کا اوتار مانتے ہیں۔

اسی طرح پری نام پنتھ کے نام سے ایک فرقہ ہے جسکو معراج پنتھ بھی کہتے ہیں۔ اس فرقہ کے بانی پران ناتھ جی تھے جو اورنگ زیب کے زمانہ میں ہوئے ہیں۔ انکی پیدائش جام نگر کاٹھیاواڑ میں ہوئی اور انتقال ریاست پنا میں ہوا۔ اس فرقہ کی تعداد پانچ لاکھ سے زیادہ ہے جام نگر اور پنا اور سورت اور نگر میں ان کے بڑے بڑے مندر ہیں جنکو دھام کہا جاتا ہے یہ فرقہ بھی حضرت محمدؐ کو سری کرشن کا اوتار تسلیم کرتا ہے۔ مگر ان کے ہاں حضرت علیؓ میں اوتاری روپ کے منتقل ہونے کا عقیدہ نہیں ہے۔ ان کے ہاں بھی ایک کتاب ہے جس کو قلزم سروپ" کہتے ہیں ان کے مندروں میں کوئی مورت نہیں رکھی جاتی۔ بلکہ یہی کتاب قلزم سروپ بڑی تعظیم و تکریم سے اور شان و شوکت سے رکھی ہوئی ہے۔ اس کتاب کی زیارت کر لینا ان کے ہاں بہت بڑا ثواب سمجھا جاتا ہے۔ یہ کتاب قدیمی ہندی زبان میں ہے اور اس کے دو حصہ ہیں۔ ایک حصہ میں سارے قرآن کا خلاصہ ہے اور وہ تیس ۳۰ پاروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اور ایک حصہ میں وید و پران کا خلاصہ ہے۔ یہ لوگ اس کتاب کو بغیر نہائے ہاتھ نہیں لگاتے۔ سورت میں میں نے اس مندر کی زیارت کی تھی جو سیدواڑہ کے محلے میں واقع ہے۔ اس کے موجودہ

مہنت کا نام مہاراج رنگی لال جی نیپالی ہے۔ انکی اجازت سے میں مندر کے اندر گیا
اور قلزم سروپ کی زیارت کی۔ مگر اُنہوں نے مجھ کو اجازت نہ دی کہ میں اس کتاب کو ہاتھ
لگاؤں اُنہوں نے کہا کہ قرآن کا حکم ہے کہ اِس کتاب کو پاک لوگوں کے سوا کوئی ہاتھ
نہ لگائے۔ مگر مسلمان اسکی کچھ پروا نہیں کرتے۔ ہر شخص قرآن کو ہاتھ لگا دیتا ہے لیکن
ہم لوگوں میں اسکی بہت احتیاط ہے۔ کوئی شخص غسل کئے بغیر کتاب کو چھو نہیں سکتا
اِن مہنت سے معلوم ہوا کہ گجرات اور کاٹھیاواڑ و سندھ و نیپال و بھوٹان و
برما و پنجاب میں پرمی نام پنتھ کے لاکھوں پیرو ہیں۔

پرمی نام کے معنی آخری مذہب کے ہیں۔ اِس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمدؐ
سری کرشن کے آخری اوتار تھے۔ اور چونکہ ہم آخری اوتار کے پیرو ہیں اسواسطے
ہمارا مذہب آخری مذہب ہے۔

ہز ہائی نس سر آغا خان کے ماننے والے بیان کرتے ہیں کہ اوم ہر چیز کی بنا ہے
اور اوم جس طرح سنسکرت میں لکھا جاتا ہے اِسی طرح عربی میں علی کا لفظ لکھا جاتا
ہے پس علی اور اوم ایک ہی چیز ہیں۔ یہ لوگ قرآن کی ایک آیت پیش کرتے
ہیں۔ اور ان کا بیان ہے کہ اِس آیت سے حضرت علیؓ اور اوم کا ایک ہونا ثابت
ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے۔

وَاِنَّہٗ فِیْ اُمِّ الْکِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ

اِس آیت کے معنے یہ بیان کرتے ہیں "اور تحقیق وہ ام الکتاب ہیں ہمارے
سامنے البتہ علی ہے حکمت والا"

آغا خانی جماعت کا بیان ہے کہ عربی میں "اُم" کا لفظ والدہ کے معنوں میں آتا
ہے۔ تو ام الکتاب کے معنی کتاب کی ماں ہوئے اِس سے حضرت علیؓ حکمت والے
اور کتاب کی ماں قرآن کے بیان سے ثابت ہوئے۔

ہندو ویدوں میں بھی "اوم" کو ہر چیز کی بنا اور اصل بیان کیا گیا ہے۔ پس جس طرح کہ اوم ہر چیز کی بنا اور اصل ہے اِسی طرح حضرت علیؓ تمام کائنات کی اور تمام حکمتوں کی اصل اور بنیاد ہیں اور یہی ثبوت ان کے آخری اوتار ہونے کا ہے۔ میں نے کوشش کر کے اس اوم کا ایک فوٹو حاصل کیا ہے جو آج کل ہر آغا خانی کے سینے پر لاکٹ کی صورت میں لٹکایا جاتا ہے۔ اور اُن کی تمام کتابوں میں بھی درج ہوتا ہے۔ یہ اوم سنسکرت رسم خط میں ہے عربی کے خط کوفی کے رسم خط کی بموجب اس کو غور سے دیکھا جائے تو واقعی تعجب ہوتا ہے کہ اسکی صورت بالکل علی کی سی ہے۔

آغا خانی جماعت کا بیان ہے کہ ہندوستان کے نجات دینے والے ہز ہائی نس سر آغا خان ہیں۔ اور ان کے طفیل اِس ملک کو جسمانی و روحانی آزادی حاصل ہوگی۔ اور ہندو مسلمانوں میں ان کی باطنی اور غیبی اوتاری قوت سے ایسا اتحاد ہو جائے گا جو اور کسی ظاہری اور مادی کوشش سے ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ سری کرشن کا اوتار ہیں۔ اور سری کرشن ہی ہمیشہ اِس ملک ہندوستان کی بصورت اوتار مختلف ضرورتوں کو مختلف صورتوں میں پورا کیا کرتے ہیں۔

آغا خانی جماعت کا یہ عقیدہ کتنا ہی عجیب معلوم ہو مگر اسمیں شک نہیں کہ ہندوستان کی قوموں کو آپس کے اتحاد کی ضرورت ہے اور بغیر اتحاد و اتفاق کے اسکو آزادی میسر آنی ممکن نہیں۔

سر آغا خان سری کرشن کا اوتار ہوں یا نہ ہوں مگر ہندوستانی چاہتا ہے کہ کوئی قوت ہندوستان کو متحدہ طاقت بنا دے۔ اور اسی کوشش میں میں نے یہ کتاب کرشن بیتی لکھی ہے۔

(حسن نظامی)

سری کرشن بھگوان

ہندوؤں نے ان کو اوتار کیوں مانا؟

اسباب عقیدت کا مطالعہ

از جناب لالہ کنور سین صاحب ایم اے پرنسپل لا کالج لاہور

(۱) مہرشی ویاس جی کی نسبت روایت ہے کہ جب مہابھارت گنیش جی کے ہاتھوں لکھوا چکے، تو بجائے اس کے کہ ایسی معرکۃ الآرا تصنیف پر فخر و ناز کرتے یا خوش ہوتے جو نفس مضمون اور طرز کلام کے اعتبار سے دنیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتی، از بس مغموم اور اداس بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں نارد جی کا ادھر سے گزر ہوا، طبیعت کا حال احوال پوچھا، ویاس جی نے کہا "سنی ناتھ! میں نے کورو پانڈو کی جنگ عظیم کا حال لکھدیا بیسیوں دیوتاؤں سیکڑوں راجوں اور ہزاروں جوانمردوں کے کارنامے نظم کی لڑیوں میں پرو دیئے۔ ایک لاکھ شلوک کہہ ڈالے۔ مگر دل کا ارمان نہیں نکلا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ نہیں کہا۔ حسرت کہو یا کلفت کچھ کمی ہی محسوس کرتا ہوں۔ مگر پتہ نہیں لگتا کہ کیا بات ہے۔ اس کا کوئی علاج بتائیے"۔

(۲) نارد منی تینوں لوک کے گھومنے ہر کس و ناکس سے ملنے والے۔ راجہ پرجا، رشی منی، عورت مرد، جوان بوڑھے، سب سے بات چیت کرکے پوری باخبر رہنے والے عالم باعمل تھے۔ قیافہ سے تاڑ گئے کہ رشی کے دل میں بھگتی بھاؤ کی ترنگ اٹھ رہی ہے۔ جو روکے رک نہیں سکتی۔ بولے "ویاس جی تم نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ راجپوت چھتری بیر، سورما تلوار تیر سے دشمنوں کو مارتے اور اپنا خون بہا کر دنیا کو فسق و فجور سے پاک، و صاف کرتے ہیں۔ تم نے قلم کے زور سے مرے ہوئے بہادروں کو جلایا

گویا ہندوستان کو زندہ جاوید کر دیا۔ اور زبان کے جادو سے سسکتے ہوئے وہرم
میں جان ڈال دی۔ مگر یہ سب کچھ سری کرشن بھگوان کی حمد و ثنا کے آگے ہیچ ہے
جنگ مہابہارت اِن کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا جبکی تم نے اتنی تفصیل لکھی اِن کے اپنے
احوال زندگی بیسیوں مہابہارت سے زیادہ دلچسپ اور سبق آموز ہیں ان کی
زندگی طرفہ ترین دلاویزیوں سے بھرپور ہے جنکو کرشمہ ہائے ربانی کہو، یا نغمہ ہائے
رحمانی۔ اب سری کرشن بھگوان کی سوانحعمری سے اپنی نظم کو منور اور اُن کی کشف
کرامات سے اپنے کلام کو مکمل کرو۔ تمہاری حسرت دور اور کلفت کافور ہو جائیگی
(۳) بیاس جی کی سمجھ میں آگیا جو پردہ سا تھا وہ ہٹ گیا۔ اور تب اِس تصنیف میں
مستغرق ہو گئے جسکا نتیجہ سری مدبھاگوت تھا۔ کہتے ہیں کہ اِس کتاب کی تصنیف کے
بعد بیاس جی کو راحت حقیقی اور تسکین قلبی حاصل ہو گئی۔ اور کیوں نہ ہوتی۔
(۴) اگر والمیک جی نے رامائن لکھ کر سری راجہ رامچندر جی کی مورتی گھر گھر میں بٹھا دی
تو بیاس جی نے بھاگوت کے ذریعہ سری کرشن جی کی مہر ہر ایک صفحہ دل پر
لگا دی۔ سچ تو یہ ہے کہ ہندوؤں کے سینہ و دل کچھ ایسے واقع ہوئے ہیں یا بنگئے
ہیں کہ اگر دونوں کا نہیں تو دونوں میں سے ایک کی تصویر تو ضرور نقش ہوتی
ہے۔ کون ہندو ہے جس کی آنکھوں کے سامنے سری رامچندر جی کا نام
سُنتے ہی اوصاف حمیدہ کی تصویر نہیں پھر جاتی جو ان کے بے لوث زندگی سے
وابستہ ہیں، یا جو سری کرشن کی بچپن کی محبت۔ جوانی کی شجاعت۔ اور بعد
جوانی کی روحانیت کا شیدائی نہ ہو۔
(۵) پنجاب تو عرصہ تک مغربی حملہ آوروں کی جولانگاہ رہنے کے باعث
ان اثرات سے کمتر متاثر رہا، اور سکھ مت یا خالصہ پنتھ کا حامی ہو گیا، مگر کہا
جا سکتا ہے کہ شمالی ہند میں اودھ بہار زیادہ تر رام اُپاسک، اور بنگال و علاقہ

تو اس نے واقعہ کی بنا پر کہا تھا۔

(۶) آجکل تو زمانہ کی ہوا بدلی ہوئی ہے۔ بزرگان سلف کی تعریف کرنا بھی معیوب سمجھا جاتا ہے۔ سست اعتقادی۔ لامذہبی اور دہریہ پن کا دور دورہ ہے تاہم یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ باوجود ناموافق حالات کے کم از کم ہندو قوم کے دل و دماغ سے سری رامچندر جی اور سری کرشن جی کا نقش ہنوز محو نہیں ہوا۔ تھوار رام نومی اور جنم اشٹمی ابھی تک ہندوستان کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک منایا جاتا ہے۔ غرضیکہ سری رامچندر جی اور سری کرشن جی دونوں کو ہندو لتصور نے وشنو کا اوتار بنا دیا ہے اور یہ عظمت و شان سوائے بدھ بھگوان کے اور کسی انسان کو جس نے ہندوستان میں جنم لیا نصیب نہیں ہوئی۔

(۷) اس کے اسباب و وجوہات کیا ہیں؟ جس ملک میں بکرماجیت اور اشوک جیسے چکرورتی راجے مہاراجے، درو شسٹھ۔ ویاس۔ وشوامتر سے رشی منی۔ اور شنکر آچارج۔ بلبھ آچارج جیسے سوامی، راج پاٹھ کر چکے ہوں۔ جنکے آگے ہزاروں لاکھوں آدمی سر نیاز خم کرتے تھے، اور جو آج تک خراج عقیدت وصول کرتے ہیں، ان کو چھوڑ کر ان چھتری راجپوتوں کو یہ مرتبہ بلند اور درجہ ممتاز کیونکر حاصل ہو گیا؟ ان کی ذات خاص میں کوئی خوبیاں تھیں۔ یا ہندو قوم میں کوئی خصوصیت نہ تھی جس نے ان خوش قسمت افراد کو یہ امتیاز بخش دیا؟ یا کوئی اور وجہ ہے؟ سری کرشن جی کی مثال لے کر ہم ان سوالات کے جواب دینے کی کوشش کرینگے۔

(۸) ہندو قوم کا بچہ بچہ سری کرشن جی کے حالات زندگی سے کم و بیش آشنا ہے۔ بھادوں کی جنم اشٹمی کی آدھی رات کو قید خانہ میں جنم لیا بخوف کنس واسدیو جی نے ان کو چھاج میں رکھ کر جمنا پار لیجا کر جسودھا جی کے حوالہ کیا۔

غیر معمولی طور پر تندرست۔ مضبوط منچلے چنچل ہنس مُکھ، نہ صرف جسودھا میا کے لال، بلکہ گوکل کی گوپیوں کے گوپی چندا ور ان کی آنکھوں کے تارے بنے ہوئے تھے سورداس جی نے اپنی شاعرانہ بلاغت کا کمال سری کرشن جی کے بچپن کے دل خوش کن حرکات کے بیان میں دکھایا ہے۔ کہیں چاند کو پکڑ منہ میں ڈالنے کو مچل رہے ہیں اور جب کٹورہ بھر پانی میں عکس دیکھ کر ہاتھ مارتے ہیں، تو متحرک ماہ پاروں کو دیکھ کر جھجک جاتے ہیں۔ کبھی چھپ چھپا کر مٹی کھاتے ہیں۔ اور جسودھا میا کی دھمکی پر اپنا ننھا سا مُنہ کھول دیتے ہیں۔ ذرا بڑے ہو کر مکھن کی دھن لگتی ہے۔ جو مکھن جسودھا میا کر کے دے اس میں وہ لُطف کہاں جو چھین جھپٹ کر لیا جائے وہ بچپن ہی نہیں جس میں چلبلا پن نہیں۔ جب تک نٹ کھٹ موہن کھٹ پٹ نہ کریں۔ گوکل کی گوپیاں جھوٹی کی سہیلیوں سے لوٹ مار کر مکھن نہ اُڑا لاویں۔ تب تک ماکھن چور کو چین کہاں جب کہیں پکڑے جاتے۔ تو کسی نہ کسی بہانے سے کسی کو ہنسا۔ کسی کو ڈرا۔ کسی کو بیوقوف بنا۔ صاف نکل جاتے تھے۔ غرضیکہ بقول نظیر "کیا کیا کہوں میں کرشن کنھیا کا بالپن" اگر بنی نوع انسان کے لئے نہیں تو بہر حال ہندوستان کے لئے تو یہ عالم طفولیت کی مکمل تصویر ہے ؎

(۱۶) یہی حال ان کے عنفوان شباب کا پایا جاتا ہے۔ سرو قد بلند پیشانی۔ فراخ سینہ آہو چشم۔ نشہ محبت میں سرشار رہتے۔ سالونے رنگ پر پیتامبر خوب کھلتا تھا۔ گھنگھروالے بالوں پر مور مکٹ سجا چھیل چھبیلے۔ رنگ رنگیلے۔ کرشن کنھیا مرلی بجیا جب کبھی اپنی بانسری کی کوک یا رسیلی آواز کی پکار لگاتے تو جنگل بن گونج اُٹھتے۔ جمنا جی لہرانے لگتیں، گوئیں گردن اُٹھا، کان دھر، ایک لمحہ آواز کا رُخ پہچان، اپنے گوپال کے پاس اُچھلتی کودتی دودھ دیتے آ موجود ہوتیں گوال بال جو جنگلوں میں گوئیں چراتے پھرتے تھے، اپنے برندا بن مراری سروت کاری گردھاری کے پیچھے پیچھے ہو لیتے اور گوکل

کی گوپیوں کے دل بیقرار ہو جاتے۔ اور رادھا جو سو جان سے اپنے من موہن پر قربان
تھیں جہاں کی تہاں انہیں کے دھیان میں کھڑی کی کھڑی رہ جاتیں۔ مردانہ حُسن
و شباب عشق و محبت کی تصویر بھی ہندوستان کے شاعروں اور مصوروں کو
کرشن کنہیا سے بہتر نہیں ملی٭

(۱۷) اسیطرح دلیری۔ بہادری۔ جوانمردی۔ اولوالعزمی اور فنون سپہ گری میں
بھی سری کرشن چندر یگانہ روزگار تھے۔ جیسے بچپن میں ان کو رونا نہیں آتا تھا
ویسے ہی بڑے ہو کر خوف سے وہ قطعی ناآشنا تھے۔ بہت سی روایتیں ان کے
غیر معمولی نڈر منچلے ہونے کی مشہور ہیں۔ ابھی دودھ پیتے بالک تھے کہ سیہ کار
پوتنا دائی کا ناک میں دم کر دیا۔ ڈھیٹھ کوے کو بے دھڑک پکڑ کر چیر ڈالا۔ کالے
سانپ کو ناتھ لیا۔ اب کنس کی باری آئی۔ کنس کو مارنا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں تھا۔
وہ ایسا غاصب تھا کہ اپنے باپ کے راج پاٹ کو چھین آپ راجہ بن بیٹھا تھا۔ وہ ایسا
سفاک تھا کہ اپنی سگی بہن اور بہنوئی کو عمر قید میں ڈال کر ان کے سات بچے یکے
بعد دیگرے اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالے تھے۔ رعایا کا اس کے ہاتھوں ناک میں دم تھا
لیکن وہ ایسا جابر تھا کہ کسی کی جرأت نہ ہوتی تھی کہ چوں تک کر سکے بڑے سے بڑے
جنگجو بہادر بھی اس پر ہاتھ اُٹھانے کا نام لیتے کانپتے تھے۔ سری کرشن چندر جی
کا کام تھا کہ ہاتھیوں کو ہٹاتے دشمن کی صفوں کو چیرتے چشم زدن میں کنس کو
جا پچھاڑا اور اس کا سر قلم کر دیا٭

(۱۸) ان کے عالم باعمل اور ماہر کامل ہونے کا ثبوت گیتا سے ملتا ہے۔
جسمیں رشی ویاس نے بتایا ہے کہ ارجن کے شکوک کو کس لیاقت اور خوش اسلوبی
کس فصاحت۔ بلاغت اور ہمہ دانی سے رفع کیا ہے۔ اس کا تذکرہ بخوف
طوالت چھوڑنا پڑتا ہے۔ مگر یہ ماننا پڑتا ہے کہ جو فلسفہ نشکام کرم اس گفتگو کے

گو زیب دیتا رہا ہے۔ سری کرشن جی نے شتروجیت سے کہا تھا۔ کہ یہ ہیرا اگرسین کے
شایاں ہے۔ اسکو دیدو۔ اور شتروجیت نہیں مانا تھا۔ کچھ عرصہ بعد شتروجیت کا بھائی
پرسین اس ہیرے کو گلے میں ڈالے ہوئے سری کرشن جی کے محل کیجانب سے شکار
کھیلنے کے لئے گیا۔ اور خود شیر کا شکار ہو گیا۔ دشمنوں اور حاسدوں نے اتہام سری کرشن
پر لگایا۔ کہ چاہتے آپ تھے تمام اگرسین کا رکھتے تھے۔ اب موقعہ ہاتھ آیا پرسین کو مار
خود ہیرا اڑا لیا ہے۔ اس تہمت ناروا کی تکذیب کے لئے اور اس لعل کو خونخوار
درندوں کے منہ میں سے نکال لانے یا غاصبوں کے ہاتھوں سے بچانے کیلئے سری کرشن
جی نے جو جو مہمات سرانجام دیں جسطرح اپنی جوکھوں میں ڈالتے رہے۔ اسکی
تفصیل مہابھارت کے موسل پرب کے تیسرے ادھیائے میں درج ہے۔ قابل
غور یہ امر ہے کہ اس الماس عالمتاب کیطرف سے جسکے حصول کیلئے بڑے بڑے
تاجدار ہر قسم کی جدوجہد اور مکروفن سے کام لیتے رہے ہیں۔ سری کرشن نے اس
درجہ استغنا ظاہر کیا کہ لوگ عش عش کر گئے۔ اور باوجود اصرار متواتر کے اس کے
لینے سے قطعی انکار کیا؛

(۲۱) جنگ مہابھارت سے پہلے دریودھن کو اخیر دم تک یہی گمان رہا کہ زر و
جواہر ہاتھی گھوڑے۔ سازوسامان بیش بہا دے دلا کر سری کرشن جی کو پانڈوؤں کی طرفداری
سے توڑ لے گا مگر اس کو یہ نہیں معلوم تھا کہ یہاں ٹیڑھی کھیر ہے۔ ان تمام سامان دنیوی
جاہ و حشم کو لات مار کر اور دریودھن کی خاطر و مدارات پر تف کر کے سری کرشن جی نے
غریب بدر جی کے گھر ساگ کھا کر گزارہ کیا؛

(۲۲) جب سری کرشن جی کنس کے مقام پر متھرا میں وارد ہوئے تو ہر طرف انکی
دھوم مچی ہوئی تھی۔ لوگوں کی نظریں بطور خیر مقدم فرش راہ تھیں۔ واسدیو کرشن جی
آگے آگے، اور ان کے بھائی بلدیو جی اور ہمراہی جاں نثار پیچھے پیچھے، بڑی آن بان سے

جاتے تھے۔ کہ آگے سے ایک کریہہ منظر کوزہ پشت عورت سر پر پوجا کی ساگری کا تھال لئے، راج محل کی طرف جاتی ملی۔ ان کو دیکھتے ہی وہ ٹھہر گئی۔ تھال زمین پہ رکھ، سری کرشن جی کے پاؤں پکڑ لئے۔ اور ان پر اپنا سر رکھ دیا۔ پھر بھگتی بھاؤ سے ان کی پوجا کا آرتھ لیا، اور چندن کا تلک لگانے کو آگے بڑھی، اور کہنے لگی۔ "ہے شام سندر۔ ومن دیال۔ کرپال۔ دیا ندھا میں پاپن ابتک کنس کی داسی رہی۔ میرے دھن بھاگ ہیں کہ آج آپکے درشن ہوئے۔ میرا جنم سپھل ہوگیا"۔ اب ہی مدھو سودن کنس نکندن ہیں کہ بمصداق "بس ہیں ہیں بھگوان بھگت کے" سر بازار کھڑے ہیں، اور چندن کا کھور اپنے ماتھے پر اُن انگلیوں سے لگوا رہے ہیں جنکو اور کوئی شخص شاید پاؤں چھونے کی بھی اجازت نہ دے۔

اور جب نشہ خوشی میں چور، اور فور عقیدت سے مسرور، کی جانے کی درخواست مزید کی تو بلا تکلف اسکی جھونپڑی میں بھی جا کر اسکی قدر و منزلت کو آسمان تک پہنچا دیا۔ اسکی جا پر جو نظر عنایت ہوئی وہ ضرب المثل ہوگئی۔

(۲۳) سداماں جی کی کتھا اس سے کم دلچسپ نہیں۔ سداماں اور کرشن چندر شاندوپن گورو کے چیلے تھے۔ سداماں غریب برہمن تھا۔ فاقوں سے گزرتی تھی۔ عیالدار بھی تھا۔ فاقے سے پڑا رہتا مگر کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاتا تھا۔ ایک روز اسکی استری سوشیلا نے کہا کہ دو دن ہوگئے لڑکوں کے پیٹ میں ایک دانہ بھی نہیں گیا، تم کو تو سنتوش ہے، مگر بچے بن کھائے نہیں رہ سکتے۔ کچھ ہمت کرو۔ ہاتھ پیر ہلاؤ۔ اور کچھ نہیں تو کرشن چندر ہی کے پاس جاؤ۔ ان کا ٹھاٹھ تو راجوں مہاراجوں سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ وہی شاید کچھ تمہاری مدد کریں" سداماں جی بصد مشکل تیار ہوئے۔ ایک پوٹلی چروؤں (سوکھے چانولوں) کی بطور زاد راہ لے چل پڑے، دوارکا پہونچے تو ان کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ میلی کچیلی پھٹی پرانی ایک دھوتی زیب تن۔

کارہائے نمایاں سے صاف عیاں ہے۔ وہی چت چور کنور کنہیا جو راد ھاجی سے ہری
ہری بانس کی پوری واپس لینے کے لئے سو منتیں کرتے تھے۔ جب اپنے جلال
میں کنس جرا سندہ بشپال۔ دریودہن کرن وغیرہ کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے
تو کال روپ تھے۔ یعنی دشمنوں کو خوفناک موت کی مجسم تصویر نظر آئے جب پیغام
صلح لیکر سری کرشن بحیثیت ایلچی دریودہن کے دربار میں آئے تو جنگ کے نتائج کا نقشہ
انہوں نے اپنے بلیغ الفاظ میں کھا کر سب کو دہشت زدہ کر دیا، اس وقت کرن نے
سرگوشی کرکے دریودہن کو برانگیختہ کرنا چاہا کہ سری کرشن کو گرفتار کرکے تب سری
کرشن کڑک کر بولے "خبردار! جو کسی نے ہاتھ اُٹھایا" اور اُنگلی سے اشارہ کرکے
کہا "دیکھ میں کون ہوں اور کہاں کہاں ہوں" اس پر سارے گوروؤں کے
دلوں میں دہشت سما گئی۔ اور آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ ان کو ہر طرف
سری کرشن کی بھیانک مورتیں نظر آنے لگیں؎

(۲۵) جب تک کنس مرا نہیں تھا کون کہہ سکتا تھا کہ ایک نوعمر لڑکا، جو ابھی
گوئیں چراتا پھرتا تھا، آکر، آن کی آن میں اس کا فیصلہ کرے گا۔ اسی طرح دریودہن
کرن کے صلاح مشورہ سے جب ہر قسم کے مکر وحیلہ سے پانڈو کی بیخ کنی میں ناکام
رہا جب جوئے میں ہار کر، بارہ برس بن باس میں، اور ایک برس بے نام و نشان
رہ کر، پانڈو لاکھا سندر سے بھی بچ نکلے تو سوائے جنگ کے اور کوئی چارہ
نہیں رہا۔ یہ وقت امتحان کا تھا۔ ایک طرف دنیادی جاہ و حشمت ساز و
سامان، زر و جواہر، راج پاٹ، سب کچھ دوسری طرف برعکس اس کے
نہ دولت نہ ثروت، نہ راج نہ پاٹ، مانا کہ یودھشٹر کے بھائی ارجن فن تیر اندازی
میں یکتا اور بھیم سین گدا یدھ میں بے ہمتا تھے، مگر ان کے مدمقابل میں کرن اور
دریودہن بھی کچھ کم نہ تھے بلکہ کرن ارجن کو حقیر سمجھتا تھا اور دریودھن بھیم کو

ذلیل بتاتا تہا۔ اگر سری کرشن پانڈوؤں کے حامی تھے تو انہی کے بھائی زبردست
بلرام جی مع اپنے لاؤ لشکر کے دریودہن کے طرفدار تھے۔ علاوہ اس کے ان سب کے
گورو گھنشال ورونا چاریہ کرپاچاریہ بال برمچاری بھیشم پتامہ۔ سب کوروؤں کے
مددگار تھے۔ دریودہن اور کرن ہنستے تھے، اور کہتے تھے، کہ پانڈو اس بے سروسامانی
کے ساتھہ ہمارا کیا مقابلہ کرسکیں گے۔ اور شاید اس وقت کی دنیا بھی یہی سمجھتی ہوگی
مگر ایک سری کرشن جی ہی تھے کہ جنہوں نے ڈنکے کی چوٹ سے کہہ سنایا تھا کہ پاپی ریودہن
کی ہار اور دہرم راج یودہشٹر کی جیت مجھ کو صاف نظر آرہی ہے۔ یہ کوئی طلسم تھا
یا اعجاز جو صرف سری کرشن جی کے پاس تہا۔ یہ کوئی منتر تھا یا گنگا جام جہاں نما
تھا یا جادو جس کی مدد سے ان کو غیب کا علم ہوگیا تھا اور آئندہ کی پیشین گوئی ایسے
دعوے کے ساتھ کرتے تھے ۔

(۲۶) مہابہارت۔ بھاگوت اور گیتا کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے کہ پرشوتم سری کرشن
علم النفس کے عالم اور فن تسخیر کے عامل تھے۔ ان کو نہ صرف اپنی بلکہ دوسرونکے تخیلات
وجذبات پر قدرت و دستگاہ حاصل تھی، ان میں برقی قوت جلالی اور مقناطیسی جمالی
کا توام معتدل تھا۔ اور وہ خوب جانتے تھے کہ مجھ میں یہ غیر معمولی طاقت موجود ہے
وہ جس کو چاہتے ڈراتے جسکو چاہتے ہمت دلاتے تھے۔ کسی کو رلاتے کسیکو ہنساتے
تھے۔ کسی کو دریائے فکر میں غوطہ دیتے۔ کسی کو سرچشمۂ الفت سے فیضیاب کرتے تھے۔
وہ ایک زبردست اصول پرست تھے۔ ان کا اعتقاد کامل تہا۔ کہ دہرم کے مقابلہ
میں ادہرم۔ حق کے آگے ناحق۔ روشنی کے سامنے اندھیرا کبھی نہیں ٹھہر سکتا
جہاں دہرم ہے۔ وہاں فتح ونصرت خیر مقدم کو کھڑی ہے۔ پاپی کے مارنے کو پاپ
یہاں ہی ہے۔ پس اس اصول قدرت کی بنا پر ان کو عین الیقین تھا کہ کنس ریودہن
کرن وغیرہ منہ کی کھائیں گے اور تحت الثریٰ کو جائیں گے۔ اور ویسا ہی ہوا بھی

ترمانا جاتا تھا۔ ان سوالوں کے جواب بالتحقیق ہمکو معلوم نہیں ہوسکے۔ مہابھارت و ربھاگوت
میں تواریخی واقعات کیساتھ قصہ کہانیاں ایسے مخلوط ہیں کہ پتہ نہیں لگتا کہ مصنف اپنے
زمانہ کے حالات بتا رہا ہے یا اپنے ممدوح کے وقت کے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وقت کو
ہندو دماغ نے اس قدر کم وقعت دی ہے کہ بسا اوقات ہزاروں سالہا گذشتہ ماضی و مستقبل کے
واقعات زمانہ حال میں بیان ہوتے ہیں۔ تاہم تواریخ لٹریچر فلسفہ ہند کے عالموں پر مخفی نہیں
ہے کہ زمانہ مہابھارت سے پہلے ویدوں اوپنشدوں و سمرتیوں کے کئی شارحین ہو گزرے
تھے جنھوں نے متعدد مسائل ادق کو اپنی روشن ضمیری سے مختلف طریقوں پر حل کیا
تھا جیو آتما (روح حیوانی) اور پرم آتما (روح عالم) کی ماہیت کیا ہے اور ان کا آپس میں کیا
رشتہ و تعلق ہے۔ پرکرتی اور مایا کیا ہیں۔ ازلی ہیں یا ابدی۔ حادث ہیں یا قدیم ہیں؟ کرم (افعال)
کون کرتا ہے، اور ان کا پھل (نتیجہ) کون بھوگتا ہے، اور کس طرح؟ آواگون (تناسخ) کے کیا معنی
ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ ان سوالوں پر حضرت انسان ابتدائے تمدن سے سوچ بچار کرتے آئے ہیں
اور غالباً ہمیشہ کرتے رہیں گے۔ مگر جس قدر محویت ان مسائل ازلی اور رموز ابدی پر ہند
و رشیوں منیوں نے صرف کی ہے وہ شاید ہی کسی اور طبقہ ارض پر کی گئی ہو۔ اور اسکا نتیجہ یہ
ہوا ہے کہ ہندو قوم کے دماغ میں جیو آتما۔ پرم آتما۔ کرم اور آواگون کے اصول گڑ گئے
ہیں، اور بطور اصول ہائے موضوعہ تسلیم کئے جاتے ہیں۔

(۳۰) سری کرشن جی نے اسی بنا پر اپنی تعلیم و تلقین کی تعمیر کھڑی کی تھی گیتا کے
مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ ابتداءً انہوں نے جیو آتما کی ہستی بالذات تسلیم کی ہے۔ اور بتایا
ہے کہ نشکام کرم (یعنی افعال نیک بلا خواہش اجرا) سے جیو آتما آواگون کے پھندوں سے چھوٹ
کر موکش یعنی نجات حاصل کرتا ہے لیکن جب گیارھویں ادھیائے میں ویراٹ روپ کھلا کر ارجن
کو اُپدیش دیا ہے، وہاں انہوں نے ویدانت کے اصول پر ایک عجیب و غریب رنگ چڑھا
دیا ہے۔ گویا کتابی قالب میں روح پھونک دی ہے، اس مرحلہ پر آ کر اکثر فلسفی اعتراضات کے

گرداب میں پھنس جاتے ہیں یا حیرت کے دریا میں غوطہ کھاتے ہیں۔ اور نہیں سوچتے کہ سو میدھا سری کرشن کرم یوگی تھے۔ وہ اپنے مریدوں کو نیکی اور بدی کی باریکیوں سے وسوسوں اور موشگافیوں سے ہٹا کر بیخوف وخطر میدان عمل میں آن کودنے کی تلقین دیتے تھے۔ وہ دہرم کی کشتی کو لایعنی فلسفہ کی دلدلوں اور شکوک کے بھنوروں سے دھکیل کر عین الیقین کی منجھ دار میں لاتے تھے۔ وہ منطق کے روکھے سوکھے تپتے بیابان کے مسافر گم گشتہ کو عشق حقیقی کے گلزار میں کھینچ رہے تھے۔ گویا کہہ رہے تھے:

ستم است گر ہوست کشد کہ بسیر سرو سمن درا ۔ تو زغنچہ کم نہ دمیدۂ در دل کشا بچمن درا

سری کرشن لکیر کے فقیر نہیں تھے۔ وہ دہرم میں زندگی اور زندگی کو دہرم جانتے تھے جس طرح زندگی میں نیرنگی ہے ویسے ہی دھرم میں بھی کم و بیش اختلاف لازمی ہے۔ ہر مرحلہ ہر زمانہ کا دہرم جدا گانہ ہے۔ بچہ۔ بوڑھا۔ عورت۔ مرد۔ بادشاہ۔ فقیر۔ سب ایک لاٹھی نہیں ہانکے جاسکتے ایک برہمن جو جنگل میں ریاضت کر رہا ہے جسکو نہ شوق زندگی ہے نہ خوف مرگ جسکو جنگل کے درخت اپنے پھل پھول اور پاس کے ندی نالے یا چشمے اپنا شیریں پانی مہیا کرکے راضی برضا رکھ سکتے ہیں۔ اسکا دھرم ہرگز وہی نہیں ہوسکتا جو چکروتی راجوں مہاراجوں کا ہوگا بقول سعدیؒ وہ درویش در گلیمے بخسپند۔ و دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند

نیم نانے گر خورد مرد خدا ۔ بذل درویشاں کند نیم دگر
ہفت اقلیم ار بگیرد بادشاہ ۔ ہمچناں در بند اقلیم دگر

ویاس جی نے سری کرشن جی کی سوانحعمری ہندو قوم کے آگے رکھدی جس سے راہ حق کے ہر مرحلہ و منزل کا مسافر سبق حاصل کرسکتا ہے:

(۱۳) اس تعلیم میں ایک جدت تھی جس نے ہندو دماغ کو روشن کیا اور دل کو تقویت دی جس نے قانون قدرت کو ایک نئے رنگ میں دکھایا جس نے عالم الاسباب کا ایک نیا پہلو پیش کیا۔ ہندو قوم ایسے رہنما کو کیونکر بھول سکتی تھی؟

(۳۲) ہندوؤں نے بھی ایسے برگزیدہ روزگار کا حق ادا کیا - اور اسکی یادگار برقرار رکھنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا - سری کرشن جی کی مورتیاں ہندوستان کے ہر گوشہ میں نہ صرف ہر مندر بلکہ گھر گھر میں رکھی گئیں - متھرا، برندابن، گوکل، بلکہ تمام علاقہ برج کو تیرتھ قرار دیا گیا - مصوّروں - سنگتراشوں - کمہاروں - ٹھٹھیروں، بڑھیوں اور نقاشوں کی محنت و کاریگری کا ایک معتد بہ حصہ سری کرشن جی کی اشکال مختلفہ کے بنانے میں صرف ہوتا ہے - یہ مضمون انکے فنون لطیفہ کا جزو لاینفک بنگیا ہے - سال میں کئی تہواروں پر سری کرشن جی کی کسی نہ کسی طریق سے پوجا ہوتی ہے - اور انکی تعریف میں گیت بھجن گائے جاتے ہیں - بہت لوگ جے کرشن، رادھا کرشن، جے گوبند وغیرہ ہمچو قسم الفاظ سے ایکدوسرے کو سلام کرتے ہیں اور ہندو ڈراما کے لئے سری کرشن جی سے بہتر اور کونسا وجود مل سکتا تھا ؛

سری رامچندر جی کے حالات زندگی پر بھی کئی ناٹک لکھے جاتے رہے ہیں[1] مگر سری کرشن پر تو سنسکرت اور ہندی ڈراما مفتون ہی ہوگیا - اور بیسیوں ناٹک ایسے ملتے ہیں جنمیں کرشن چندر کی کسی نہ کسی ہیئت کا نقشہ اُتارا ہے[2] ؛

(۳۳) سنسکرت کے علاوہ ہندوستان کی مروجہ زبانوں مثلاً ہندی - بنگالی - گجراتی وغیرہ میں جو لٹریچر نظم و نثر میں اس مضمون پر لکھا جاچکا ہے وہ جمع کیا جائے تو ایک دفتر تیار ہو جائے[3] - صرف ہندی زبان میں ہی سیکڑوں شاعروں نے اپنی شیریں بانی

[1] مثلاً اوترام چرتر - ویر چرتر - ہنومان ناٹک - انار کھ راگھو وغیرہ [2] مثلاً کرشن کوی کا کنس بدھ - شنکر وکشت کا پردیومن وجے - چندر شیکھر کا مدھو رانیرودھ وغیرہ ہندی میں دیاپت ٹھاکر کا رو کمنی سو تیمبر - بھانو تا تھ جھا کا پربھاتی ہرن - ہرش ناتھ جھا کا اوشا ہرن - ہریش چندر کا دھننجے وجے وامودر شاستری کا رادھا مادھو - جیاب کا مہا بھارت [3] ٹھاکر ودیاپتی جیو دیو - امایتی - میراں بائی - اگرداس - نارائن بھٹ - نابھ داس - ہری داکر سوامی - دھرو داس - تان سین - سید ابراہیم - ہت ہری - ہنس سوامی وغیرہ وغیرہ تفصیل کیلئے دیکھو گریرسن صاحب کی The modern Vernacular Literature of Hindustan 1889 Edition Chip. V Pages 19 to 50.

لالہ نرسین کے مضمون پر اک نظر

مغربی ذہن پر مشرقی دماغ کی فتح یابیاں صدیوں سے مُسلَّم ہیں، آج یورپ امریکہ باوجود مادی اور ذہنی گوناگوں ترقیوں کے مسیحیت کا معتقد ہو دل سے نہ سہی زبان سے دعویٰ تو کرتا ہی اور سب جانتے ہیں کہ حضرت مسیح مشرقی آدمی تھے ✦

عمر خیام۔ سوامی رام تیرتھ۔ سوامی دیکانند۔ مہاتما ٹیگور کا دماغ یورپ و امریکہ کے ذہنوں پر حکومت کر رہا ہے سری کرشن جی کی گیتا نے بھی یورپ و امریکہ کے بڑے بڑے فاتحان نامور کو اپنا مفتوح بنا لیا ہے۔ اور یورپ کی ہر زبان میں گیتا کے ترجمے ہو گئے ہیں ✦

لالہ کنور سین کے نام کا آخری حصہ "ایم اے اور پرنسپل" کالج" پڑھنے کے بعد جب ان کے مضمون کو دیکھا جائیگا جو ابھی یہاں قلمبند کیا گیا تو مشرقی دماغ کی ایک جدید فتح مغربی ذہن پر ثابت ہوگی۔ لالہ کنور سین مغربی آدمی نہیں ہیں، مگر اُس تعلیم اور اُس بود و باش میں زندگی بسر کر چکے ہیں جو مغربی کہلاتی ہے۔ پھر ان کے قلم سے ایسا ٹھیٹ مشرقی اور مشرقیت میں ڈوبا ہوا مضمون نکلنا کھلی ہوئی نشانی مشرقی دماغ کے مغرب پر فتحیاب ہونیکی ہے ✦ مثل مشہور تھی کہ "جس ہندوستانی کا جسم کُرید کر دیکھو اندر سے یورپین برآمد ہوگا" اب وقت بدل گیا۔ کھال کے اندر بھی ہندوستانیت تیار ہو رہی ہے ✦

لالہ کنور سین کا یہ مضمون بہت دلچسپ ہے طرز تحریر کے لحاظ سے۔ بہت بلیغ ہے گہرے معانی اور مطالب کے اعتبار سے۔ بہت مکمل ہے سری کرشن کی پوری تصویر دکھا دینے کی حیثیت سے۔

اوتار کا مسئلہ

لالہ لاجپت رائے صاحب سے مجھ کو شکوہ تھا کہ انہوں نے سری کرشن کی مذہبی شخصیت اوتار ہونے کی حیثیت کا انکار کیوں کیا۔ مگر لالہ کنور سین صاحب نے اسی مسئلہ کو اپنے مضمون کی بنیاد قرار دیا ہے

اوم میں حضرت علی

اب کرشن بیتی عرف کرشن جیون کا یہ تیسرا ایڈیشن شایع کیا جاتا ہے اور مسلمانوں میں سریکرشن کے اوتار کی نسبت جو تذکرہ ہوا تھا کہ وہ اوم میں حضرت علیؑ کے نام کا تصور کرتے ہیں اس اوم کی تصویر یہاں درج کیجاتی ہے۔ اس عقیدہ کے عجیب ہونے میں کچھ شک نہیں ہے سنسکرت رسم خط میں اوم کی یہ تحریر درحقیقت کوفی رسم خط میں لفظ علی کے بالکل مشابہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ لاکھوں آغاخانی مسلمان اس اوم کو بصورت لاکٹ اپنے سینوں پر آویزاں کرتے ہیں اور اپنی کتابوں پر بھی اسکو لکھتے ہیں۔

حسن نظامی